خطرات نفس

تالیف

العلامة حسن بن موسی الصفار

ترجمہ

سید عباس موسوی

جامعۃ الکوثر

H 8/2۔ اسلام آباد۔ پاکستان

فون: 4431407 - 4431408

۲

اس کتاب میں نقل شدہ اکثر روایات کے حوالے کتب احادیث پر مبنی سافٹ ویئر "جامع الاحادیث" تیار کردہ کمپیوٹر ریسرچ سینٹر آف اسلامک سائنسز سے دیے گئے ہیں۔

نام کتاب: خطرات نفس

مؤلف: العلامة حسن بن موسیٰ الصفار

ترجمہ: سید عباس موسوی

تعداد: ایک ہزار

سن اشاعت: ذوالقعدة الحرام ۱۴۲۴ھ / جنوری ۲۰۰۴ء

مطبع: اسد محمود پرنٹنگ پریس۔ راولپنڈی۔ پاکستان

ناشر: جامعۃ الکوثر۔ اسلام آباد۔ پاکستان

فون: 4431407 - 051 - 92

فیکس: 4431408 - 51 - 92

ویب: www.alkauthar.edu.pk

ای میل: info@alkauthar.edu.pk

قیمت: چالیس روپے

سٹاکسٹ: محمد علی بک ایجنسی۔ بالمقابل مسجد امام صادق ع کراچی کمپنی ۔اسلام آباد۔فون 1442 -512 -0333

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

انسان اپنے جسم و بدن اور مادی زندگی کی خاطر عظیم وسائل بروئے کار لاتا ہے، پوری جدوجہد کے ساتھ ساتھ کثیر اموال صرف کرتا ہے، یہاں تک کہ مادی زندگی کا ہر پہلو خود اپنی جگہ ایک مستقل عالم بنا ہوا ہے۔

کھیتی باڑی، مال مویشی کی پرورش، سمندری مچھلیاں۔ یہاں غذا و طعام کے پہلو کو لیجئے۔ انواع و اقسام کے کھانوں کے کارخانے پائے جاتے ہیں۔ صحت اور طب کے میدان میں یونیورسٹیاں، ہسپتال، دوائی کے کارخانے اور تحقیقات و انکشافات کے ادارے موجود ہیں۔ گارمنٹس فیکٹریاں، گھریلو ساز و سامان کے کارخانے، نکھار حسن و جمال کے لیے بیوٹی پارلرز اور سلمنگ سنٹرز قائم ہیں۔ بہرحال یہ میدان بہت وسیع ہے اور اسے بڑی اہمیت دی جاتی ہے.

انسانی شخصیت کے فکری پہلو کی اہمیت کے حوالے سے بشریت بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ کائنات اور اس کے علمی مجہولات کے انکشاف کے لیے پیش قدمی کر رہی ہے۔ سائنس کے ہر شعبے میں تخصص (Spacialization) ہو رہی ہے اور اس خاص شعبے سے متعلق ادارے وجود میں آ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مدارس، یونیورسٹیاں، تحقیقاتی مراکز، کانفرنسوں کا انعقاد،

انسائکلو پیڈیاز، مجلّات اور مطبوعاتی ادارے موجود ہیں۔ اختراعات، ایجادات اور انکشافات کا سلسلہ اپنی جگہ رواں دواں ہے۔

لیکن ایک نفسانی و روحانی پہلو ہے، جسے بالکل توجہ کے قابل ہی نہیں سمجھا اور انسانی شخصیت کے اس پہلو کو یونہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر اہمیت دی بھی جاتی ہے تو بہت کم، حتیٰ کہ علم النفس کی مباحث میں بھی عام طور پر اس کے مادی پہلو پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور اس کے عمیق معنوی پہلو کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

اگر ہم یہ کہیں کہ ادیان سماوی اور شرائع دیگر پہلوؤں کی خاطر نہیں بلکہ صرف اسی پہلو کو اہمیت دینے کے لیے آئے ہیں تو بیجا نہ ہو گا۔ کیونکہ دوسرے پہلوؤں کے بالمقابل اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور چونکہ بشر کی کمزوری اور تساہل کے بارے میں اللہ تعالیٰ بخوبی آگاہ ہے، اسی لیے جب قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے اہداف بیان فرماتا ہے تو تزکیۂ نفس کو پہلا مقام عطا کرتا ہے اور فرماتا ہے:

> هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ.(۱)
>
> وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن اور بنیادی کردار کو روحانی سطح

----

(۱) ٦٢ جمعة : ٢

کی بلندی، تکمیل اور معنویات کی پختگی قرار دیتا ہے کہ جس سے انسانی اخلاق، رفتار و کردار وجود میں آتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور، متواتر حدیث میں آیا ہے:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۔

مجھے اخلاق کریمہ کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

دین اسلام میں معنویات اور روحانیت کا عظیم خزانہ موجود ہے۔ اس دور کے انسان کے لیے مادہ و مادیات ہی سب کچھ ہیں اور عصر حاضر کے انسان کے ماحول میں ہوس رانی اور خواہشات نفسانی کی حکمرانی ہے۔

آج انسان ایک مہلک بے مقصدیت و فراغت کا شکار ہے۔ اسے اپنے اعماق نفس اور اس کے گوشوں میں موجود خزانوں کے حصول سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

بشریت کے کیسے کیسے اندوہناک مصائب و آلام ہیں، جو تباہ کن جنگوں، زیادتیوں، نسلی امتیازات، فقر و تنگدستی، ہلاکت خیز بھوک، پھیلتے ہوئے نفرت انگیز جرائم، مہلک اخلاقی برائیوں اور انسانی حقوق کی پامالی کی صورت میں نمودار ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ صرف اس لیے واقع ہوتے ہیں، کیونکہ انسان روحانی اور معنوی مقصدیت سے عاری اور نفسانی انحرافات کا شکار ہو چکا ہے۔

کسی بھی گزشتہ زمانے کے مقابلے میں آج بشریت اسلام کی معنوی دولت اور روحانی خزانے کی زیادہ محتاج ہے اور اس طرح ان خزانوں کے انکشاف کے حوالے سے مسلمانوں کا کردار نمایاں ہو جاتا ہے۔

لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ اکثر مسلمان خود اپنی تعالیم اور دینی اقدار سے بہت دور ہو چکے ہیں، حتیٰ کہ دین و شریعت اور احکام سے بیگانگی

میں وہ غیر مسلموں کی صف میں پہنچنے کو ہیں۔ جبکہ مادی ترقی اور پیشرفت میں ہم پر انہیں فوقیت حاصل ہے۔

لیکن اب جدید دینی بیداری اور بابرکت اسلامی بھائی چارے کے اچھے اثرات نظر آنے لگے ہیں۔ اسلامی ثقافت کے معنوی اور اخلاقی پہلو کی طرف توجہ اور اہمیت دینا چاہیے۔

قارئین محترم!

یہ عاجزانہ تحریر آپ کے سامنے ہے اور یہ اسی اہم پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے کی جانی والی کوششوں کا ایک معمولی سا حصہ ہے۔

دراصل یہ کتابچہ میرے دروس اور لیکچروں کا مجموعہ ہے، جنہیں میں نے مختلف اوقات میں پیش کیا ہے، جس کی کیسٹیں لوگوں کے درمیان مقبول عام ہوئیں اور اس سے معلوم ہوا کہ لوگ اس قسم کی گفتگو کے مشتاق ہیں۔ بعض مومنین نے اس کتابچے کی کتابت تصحیح اور تہذیب کے بعد اس کی طباعت کے سلسلے میں میری حوصلہ افزائی کی۔ اسی لیے آج اس میں کچھ ترمیم و اصلاح کرنے کے بعد اسے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ کتابچے کے بعض مواد میں خطابی اسلوب کے غالب ہونے پر قارئین سے معذرت خواہ ہوں۔ اللہ سبحانہ سے خاشعانہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس کے ذریعے ہدایت پانے والوں میں سے قرار دے، میری اس کوشش کو خالصانہ قرار دے کر قبول فرمائے اور مومنین اس سے مستفید ہوں۔ و لہ الشکر و الحمد علی نعمه و توفیقه۔

مؤلف

۱۴۱۱/۸/۱ھ

---

(۱) مستدرك الوسائل ۱۱: ۱۸۷۔ باب ۔ ٦ استحباب التخلق بمكام الاخلاق ...۔

باب اول

اہم مقاماتِ خطر

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا.
فَاَلْهَمَهَآ فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا.
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا.
اور نفس کی اور اس کی جس نے اسے معتدل کیا۔ پھر اس نفس کو اس کی بدکاری اور اس سے بچنے کی سمجھ دی۔ بتحقیق جس نے اسے پاک رکھا کامیاب ہوا اور جس نے اسے آلودہ کیا نامراد ہوا۔
(القرآن)

قال اللّٰہ العظیم فی کتابہ الحکیم:
وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا. فَاَلْهَمَهَآ فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا.
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا.(۱)
صدق اللّٰہ العلی العظیم ۔

اور نفس کی اور اس کی جس نے اسے معتدل کیا۔ پھر اس نفس کو اس کی بدکاری اور اس سے بچنے کی سمجھ دی۔ بتحقیق جس نے اسے پاک رکھا کامیاب ہوا اور جس نے اسے آلودہ کیا نامراد ہوا۔

اس زندگی میں انسانی شخصیت کے تین ابعاد ہوتے ہیں اور ان تینوں ابعاد میں اثر گزاری اور اثر پذیری کی خصوصیت انسان کی شخصیت تشکیل دیتی ہے۔

بعد اول: عقل
بعد دوم: نفس
بعد سوم: جسم

لیکن روح ایک ایسے ظرف کی مانند ہے جو ان سب ابعاد کو سمیٹے ہوئے ہے۔

شاید ہمیں ان اصطلاحات کی وضاحت کی ضرورت ہے:

----
(۱) ۹۲ شمس۔ ۷ تا ۱۰

روح سے کیا مراد ہے؟
عقل سے کیا مراد ہے؟
اور
نفس سے کیا مراد ہے؟

جبکہ جسم تو ایک ایسی واضح چیز ہے جس کی تعریف یا تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ ان اصطلاحات کی تعریف کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے، کیونکہ فلسفیوں، علماء اور متکلمین کے درمیان ان اصطلاحات کے معنی اور مقصود کی تعیین کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

روح

ہم یہاں روح سے مراد وہ قوت لیتے ہیں جو انسان کے اندر حیات پیدا کرتی ہے اور جس کے جسم سے جدا ہو جانے سے اس دنیا سے انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

روح سے ہماری مراد یہی ہے۔ اسی لیے ہم نے اسے ایک ظرف سے تعبیر کیا ہے جو عقل، نفس اور جسم سب کو شامل ہے۔ کیونکہ روح جو زندگی عطا کرتی ہے، اس کے بغیر کون سی عقل موجود ہو سکتی ہے؟ کون سا نفس اپنا کردار ادا کر سکتا ہے؟ کون سا جسم حرکت کر سکتا ہے؟ اور جب انسانی جسم سے روح جدا ہو جاتی ہے تو وہ اس دنیا سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے۔

عقل

عقل سے ہمارا مقصود وہ نور ہے جس سے انسان حق اور باطل میں

تمیز کر سکتا ہے۔ خیر وشر میں اور ممکن و محال میں فرق کر سکتا ہے۔ بعبارت دیگر یہ ادراک، معرفت اور تمیز کی قوت ہے۔ عقل کے ذریعے ہی انسان ادراک کرتا اور اشیاء کی اہمیت کو سمجھ لیتا ہے۔

نفس

فلسفیوں کے نزدیک اس کے مفہوم کی تعیین کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس کی چالیس تعریفیں شمار کی ہیں۔ شاعر نے کہا ہے:

قد حار فی النفس جمیع الوری
و الفکر فیھا قد غدا ضائعا
و برھن الکل علی ما ادعوا
و لیس برھانھم قاطعا
من جھل الصنعة عجزا فما
اجدره ان یجھل الصانعا

نفس کے بارے میں سب انسان حیران ہیں۔ فکر انسانی اس میں گم ہوگئی ہے۔
ہر ایک نے اپنے اپنے دعویٰ پر برہان قائم کی ہے، جبکہ کسی کی برہان قطعی نہیں۔
اگر کسی کو مخلوق کے بارے میں جہل کا عذر ہو سکتا ہے تو اس کے لیے خالق کے بارے میں عذر جہالت مناسب نہیں۔

لیکن یہاں نفس سے مراد انسان کے اندر پایا جانے والا احساسات،

خواہشات اور شہوات کا مرکز ہے اور قرآن کریم کبھی اسے نفس اور کبھی قلب سے تعبیر کرتا ہے۔

عقل اور نفس میں فرق

عقل کے ذریعے اشیاء کا ادراک ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر ممکن ہے اور یہ ناممکن۔ ایک جمع ایک دو اور دوضرب دو چار ہوتے ہیں۔ صرف عقل ہی ان اشیاء کے ادراک کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بنا بر ایں علم و معرفت کا حصول، ہر چیز کی قدر و قیمت اور اشیاء پر حکم لگانا عقل کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

لیکن نفس کے اندر حب و بغض کے احساسات پائے جاتے ہیں۔ پس حب ذات، انانیت، خوف اور دیگر تمام احساسات کا سرچشمہ نفس ہی ہے۔ بنا برایں عقل اور نفس کے درمیان واضح فرق موجود ہے۔ اس اعتبار سے نفس انسان کی شخصیت کے اہم موارد میں سے ایک ہے۔ پس نفس ہی انسان کی سعادت و شقاوت کا منبع ہے ۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا. فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا.
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا.(۱)

اور نفس کی اور اس کی جس نے اسے معتدل کیا ۔ پھر اس نفس کو اس کی بدکاری اور اس سے بچنے کی سمجھ دی۔ بتحقیق جس نے اسے پاک رکھا کامیاب ہوا اور جس نے اسے آلودہ کیا نامراد ہوا۔

خواہشات اور احساسات اور رغبتوں کا مرکز نفس ہی ہے۔ اس کی قدرت میں ہے کہ انسان کو سعادت مند بنائے اور اس میں یہ صلاحیت بھی ہے

کہ انسان کو انحراف کی راہ پر لگا دے اور شقاوت، فساد اور انحراف کی پستی کی طرف دھکیل دے۔

عقل کا کردار

عقل کے لیے نفس کی طرح کا کوئی حاکمانہ کردار نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل کا کام اشیاء کا ادراک اور اہمیت کا تعین کرنا ہے۔ عقل درک کر سکتی ہے کہ عمل کرنا اور بے کاری سے احتراز کرنا ایک اچھی بات ہے۔ سستی اور کاہلی ایک بری عادت ہے اور یہ ادراک کرتی ہے کہ عدل حسن اور ظلم قبیح ہے۔ اس انسانی زندگی میں عقل کا کام ادراک اور اشیاء کی اہمیت کا تعین کرنا ہے۔

لیکن نفس کا اپنا موٴقف ہوتا ہے۔ نفس ہی ہے جس کے ہاتھ میں موٴقف کی زمام ہوتی ہے۔ پس نفس کے ہاتھ میں ہے کہ عقلی ادراک کے مطابق یا خلاف عمل کرے۔ اسی لیے قرآن کریم نے اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْماً وَّعَلُوًّا۔ (۱)

وہ ان نشانیوں کے منکر ہوئے حالانکہ ان کے دلوں کو یقین آ گیا تھا۔ ایسا انہوں نے ظلم اور غرور کی وجہ سے کیا.

عقل نے انہیں حکم دیا اور کہا: یہ حقائق صحیح ہیں، ثابت اور واجب ہیں۔ لیکن انہوں نے صحیح ہونے کا یقین کرنے کے باوجود انکار کر دیا۔

کیوں؟ کیونکہ ان کی نفسانی وشہوانی خواہشات حکم عقل کی تعمیل کی راہ

----

(۱) ۲۷ نمل: ۱۴

میں رکاوٹ بنیں۔

دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے:

وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (۱)

اور جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہو۔

دیکھو! غور کرو! یہ لوگ جانتے ہیں، ان کی عقل نے تسلیم کیا ہے کہ یہ حق ہے۔ عقل نے اس امر کی درستی وحقانیت کو درک کر لیا اور انسان کو بتا دیا کہ یہ امر حق ہے۔ لیکن ہوس، شہوات و احساسات انسان کو حکم عقل سے منحرف کر دیتے اور حق پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔

عقل کے نفس کے ہاتھوں اسیر ہونے، نفس کا کہا ماننے اور نفس کا آلہ کار بننے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

عقل کی یہ عظیم قوت ایک کشتی کی مانند ہے جسے شہوات اور خواہشات نفسانی کے تھپیڑے ادھر ادھر دھکیل دیتے ہیں اور نفس جس طرح چاہتا ہے اس سے خدمت لیتا ہے۔

عقل پا بہ زنجیر

شروع میں عقل اپنا مشورہ دیتے ہوئے آپ سے کہتی ہے:

روزہ ایک اچھی عبادت ہے۔ بہتر ہے روزہ رکھا جائے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو عقل آپ کو بتاتی ہے۔

لیکن نفس، روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ احساسات، خواہشات اور شہوات آپ کو افطار کی طرف راغب کرتے ہیں اور جب آپ روزہ کھولنا چاہتے ہیں تو یہ سوچتے ہیں کہ افطار کے لیے بہترین ذریعہ کیا ہو سکتا ہے؟

---

(۱) ۳ آل عمران: ۷۱

بہترین کھانا یا غذا کیا ہوسکتی ہے؟ اور غذا کا حصول کس طرح ممکن ہے؟ یہاں آپ اپنی عقل سے استفادہ کرتے ہیں۔

آپ کی عقل کہتی ہے:

روزہ نہ کھول۔ افطار نہ کر۔

لیکن نفس کا حکم ہے کہ افطار کر اور نفس نے جب یہ حکم دیا تو اس کی تعمیل کے لیے عقل سے فائدہ اٹھایا۔

عقل آپ سے کہتی ہے:

ٹھیک ہے تم افطار کرنا چاہتے ہو، لیکن میں تمہاری حمایت نہیں کرتی۔ میرا حکم ہے کہ روزہ رکھو۔

نفس نہایت شدت، سختی اور غصے سے جواب دیتا ہے:

تمہارا اس سے کیا واسطہ؟ تم نے اپنی رائے کا اظہار کیا اور اس سے زیادہ کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ تمہیں چاہیے کہ میری غذا کے حصول کی کوئی راہ تلاش کرو، شہوت کو پورا کرنے کا کوئی ذریعہ ڈھونڈو۔ بس میں تم سے یہی چاہتا ہوں۔

عقل اپنی حد میں رہتے ہوئے جواب دیتی ہے:

ٹھیک ہے، میں تمہاری خدمت گزار ہوں۔

عقل نفس کی اطاعت کرتی ہے اور اس کے لیے مختلف وسائل اور ذرائع فراہم کرتی ہے۔

ایک اور مثال لیجیے:

عقل کہتی ہے: چوری کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ نفس اعتراض کرتے ہوئے چوری کرنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن چوری کے لیے منصوبہ بندی اور

پلانگ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ پلانگ کون کرتا ہے؟ یقیناً یہ فریضہ عقل ہی انجام دیتی ہے۔ پس نفس عقل سے کہتا ہے:

میں نے چوری کرنے کا ارادہ کیا ہے اورتم پر لازم ہے
کہ چوری کا منصوبہ بناؤ۔

عقل انکار پر دلائل قائم کرتی ہے تو نفس اسے ڈانٹ کر کہتا ہے:

اپنی حد میں رہو، میں نے چوری کرنے کا مکمل ارادہ کر لیا ہے، لہذا تم پر لازم ہے کہ چوری کے لیے منصوبہ بندی کرو۔

عقل اطاعت کرتی ہے اور خواہشات نفسانی کی مطیع ہو جاتی ہے۔

اس سلسلے میں امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بہت ہی خوبصورت کلمات موجود ہیں جو اس حقیقت کے ترجمان ہیں۔ آپ (ع) فرماتے ہیں:

و کم من عقل اسیر تحت هوی امیر۔ (۱)

بہت سی عقلیں، حاکم ہوا و ہوس کی اسیر ہیں۔

عقل اسیر ہے، لیکن کس کی اسیر ہے؟

بے شک انسانی زندگی میں عقل خواہشات نفسانی کی اسیر ہے۔ نفس عقل کو حکم دیتا ہے اور وہ اس کی طاقت کے تحت غلام بن جاتی ہے۔ آپ(ع) فرماتے ہیں:

اکثرمصارع العقول تحت بروق المطامع۔ (۲)

عقول کے اکثر مقتل طمع وحرص کی تلواروں تلے ہیں۔

ایک اور مقام پر امیر المومنین (ع) نے اشارہ فرمایا کہ عقل، انسانی

---

(۱) نہج البلاغہ ۔ نصیحت : ۲۱۱۔ (۲) حوالہ سابق : ۲۱۹

زندگی میں اپنا اساسی، قائدانہ اور صحیح کردار اس وقت ادا کر سکتی ہے، جب وہ دنیاوی رغبات اور نفسانی خواہشات کی زنجیر سے آزاد ہو۔

آپ (ع) فرماتے ہیں:

شهد على ذلك العقل اذا خرج من اسر الهوى
و سلم من علائق الدنيا.(۱)

عقل اپنا یہ کردار اس وقت انجام دے سکتی ہے جب وہ
خواہشوں کے بندھن سے الگ اور دنیا کی وابستگیوں
سے آزاد ہو۔

جیسا کہ آپ (ع) نے انسانی عقل کے شہوات کے ہاتھوں ناکارہ ہونے کے بارے فرمایا ہے:

قد خرقت الشهوات عقله.(۲)

اس کی عقل کو شہوات نے تار تار کر دیا ہے۔

ذهاب العقل بين الهوى و الشهوة ۔(۳)

عقل کا خاتمہ شہوت اور خواہش کے درمیان ہوتا ہے۔

اور فرمایا:

عدو العقل الهوى۔ (۴)

خواہشات نفسانی عقل کی دشمن ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ نفس کو عقل پر حکومت کرنے اور اسے اپنے مقاصد میں استعمال کرنے پر قدرت حاصل ہے۔ یہاں سے نفس کی اہمیت نمایاں ہوتی ہے اور اسی میں اس کی اہمیت کا راز مخفی ہے۔ اسی لیے ہمیں قرآن حکیم

---

(۱) حوالہ سابق ۔ باب تحریرات ۔ دستاویز: ۳ (۲) میزان الحکمة ج ٦ ص۴۳٦
(۳) حوالہ سابق ص۴۳۱ (۴) حوالہ سابق ص۴۳٦

یہ فرماتے ہوئے نظر آتا ہے کہ انسان کی فلاح، سعادت مندی اور کامیابی و کامرانی نفس کی سلامتی میں مضمر ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ (۱)

اور جو شخص اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پیش ہونے کا خوف رکھتا ہے اور نفس کو خواہشات سے روکتا ہے، پس اس کا ٹھکانا یقیناً جنت ہے۔

اس لیے اصل مسئلہ نفس ہی کا ہے اور جس نے نفس کا تزکیہ کیا، اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ اسی لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم نفس کی صحت و سلامتی کو حتی الامکان زیادہ اہمیت دیں۔

یونانی منطق کے نقائص

علم منطق کی تعریف میں کہا گیا ہے:

یہ ایک قانونی ذریعہ یا وسیلہ ہے، جسے ملحوظ خاطر رکھنے سے انسانی ذہن فکری خطا سے بچ سکتا ہے۔ (۲)

علم منطق کی ذمہ داری اور مقصد کو معین کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

یہ غلطیوں سے بچاتا اور افکار کو درست کرتا ہے۔ بنا بر ایں ہم اپنے افکار کی اصلاح کیلیے منطق کے محتاج ہیں۔(۳)

ابن حزم اندلسی کی رائے ہے:

علم منطق تمام تر حقائق سے آگاہ ہوتا ہے اور حقائق کو غلط اور جھوٹی باتوں سے اس طرح ممتاز کر دیتا ہے کہ کوئی

---

(۱) ۷۹ نازعات: ۴۰۔۴۱ (۲) المظفر، المنطق ص ۱۰ (۳) حوالہ سابق

شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ (۱)

لیکن سوال یہ ہے کہ یونانی منطق کہ جس کے ابواب وفصول اور مسائل کو معروف فلسفی ارسطو (۳۸۴ ۔۳۲۲ ق م) نے مرتب کیا تھا، اس اہم کردار کو انجام دینے کی صلاحیت رکھتی ہے؟

ہرگز نہیں۔ یہ منطق صرف فکر کی شکلی وصوری پہلو کے اہتمام پر اکتفا کرتی ہے۔اسی لیے اسے شکلی اور صوری منطق سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ انسانی افکار پر مرتب ہونے والے نفسیاتی اثرات اور نتائج کے حوالے سے کوئی بحث نہیں کرتی۔

علامہ مدرسی فرماتے ہیں:

> اس منطق کی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ اس نے سوفسطائیت، فکری انتشار اور انتہاپسندی کے بالمقابل انسانی فکری راہ کو نظم بخشا۔لیکن دوسری جانب فکر کو اس کے صرف صوری اور شکلی پہلو میں پابند کر دیا ہے۔یعنی ارسطو کی منطق میں افکار کے منابع ومصادر سے اتنی بحث نہیں کی گئی، جتنی افکار کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو اعداد کے ماوراء موجود حقائق، جن کی طرف یہ اعداد دلالت کرتے ہیں،کے بارے میں سوچنے کی زحمت کیے بغیر صرف اعداد کی جمع وتفریق کا عمل انجام دینے میں اپنی ساری کوششیں صرف کرتا ہے ۔ بنابرایں ارسطو کی منطق کا صرف اور صرف شکل کو اہمیت

----

(۱)مہدی فضل اللہ۔ مدخل الی علم المنطق ص۲۰

دینا اور فکر کے موضوع اور مادے کے حوالے سے غفلت برتنا، بشر کے منفی کردار کو، جو گمراہی اور ضلالت کی دعوت دیتا ہے، فراموشی اور طاق نسیان میں رکھنے کا باعث بنا ہے، جیسا کہ اس منفی کردار کا مقابلہ کرنے میں عقل کے کردار کو فراموش کرنے کا سبب بنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ منطق بشریت کو مزید فکری پیشرفت فراہم کرنے سے عاجز ہے۔ (۱)

منطق میں رائج رائے اس طرح متصور ہوتی ہے کہ علم اور سائنس کی رو سے انسان کا مسئلہ صرف اور صرف فکری ہے اور اس فکری عمل کو نظم بخشنے کی خاطر کچھ قواعد کے بنانے سے مشکل حل ہو جاتی ہے۔ لیکن دراصل حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ یعنی اصل مسئلہ اور مشکل، فکری نہیں بلکہ نفسانی ہے۔ اسی لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ بشر کی فکر اور اس کے قواعد پر بحث اور تحقیق مرکوز کرنے کی بجائے انسانی نفس کو مورد بحث و تحقیق قرار دینا چاہیے۔ اس کی وجہ انسانی نفس کا اپنی خواہش کے مطابق ارادے کو تبدیل کرا لینا ہے اور اس طرح انسان کی فکری طاقت اور صلاحیت معطل ہو جاتی ہے اور فکری اصلاح کے لیے وجود میں آنے والے قواعد اور منطقی اصول دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) محمد تقی المدرسی۔ المنطق الاسلامی ص ۵۵ (۲) حوالہ سابق ص ۱۸۷

نفس کی اہمیت

بعض لوگ اپنی تمام تر کوشش اور پوری توجہ اپنی عقل وفکر کی طرف مبذول رکھتے ہیں اور اپنی عقل کو معلومات اور افکار کو رسد فراہم کرتے رہتے ہیں اور یوں عقل کی خوب خدمت کرتے ہیں۔ بعض اپنے جسموں کی خدمت میں مگن رہتے ہیں اور جسم کے لیے غذا اور دیگر لذتیں اور راحتیں فراہم کرتے رہتے ہیں۔لیکن بہت سے لوگ اپنے نفس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، جبکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر نفس صحیح و سالم نہ ہو تو عقل اور جسم کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اگر نفس مریض ہو تو وہ عقل کو نہایت غلط انداز میں استعمال کرتا ہے، جس کے نتیجے میں جسم ہلاکت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں اور دور حاضر کے بعض حقائق کی طرف توجہ دیں تو ہمیں ایسے افراد ملیں گے جن کے پاس بہت بڑا علمی اور وسیع فکری ذخیرہ موجود ہے۔لیکن یہی لوگ انحطاط اور شقاوت کے پست ترین درجے میں گرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کی نمایاں اور بہترین مثال ابلیس ہے۔کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کی شقاوت اور انحطاط کا سبب اس کی کم علمی اور نادانی ہے؟

ہرگز نہیں! ابلیس کا مسئلہ معلومات کی کمی یا نادانی نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اس لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ وہ بہت بڑا عالم تھا۔ وہ ان اشیاء کا بھی علم رکھتا تھا جنہیں ہم نہیں جانتے۔ پھر اس کی خامی اور نقص کس چیز میں مضمر ہے؟

قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ۔ (۱)

بولا: میں آدم سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا

---

(۱) ۷اعراف:۱۲

کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اس کی تباہی کا سرچشمہ تکبر ہے اور تکبر ایک عقلی نہیں، نفسانی مسئلہ ہے۔ اسی لیے وہ اپنے علم اور عقل سے استفادہ نہیں کر سکا۔ بہت سے لوگ ہیں جو منحرف ہو گئے اور بہت سے لوگ ہیں جو شقی بن گئے۔ ان کا مسئلہ علم و معرفت کی کمی اور نادانی نہیں ہے۔ اگر ان کا مسئلہ ہے تو صرف اور صرف نفسانی ہے۔

آپ پر سلام ہو اے ابوالحسن! آپ (ع) نے کتنا اچھا فرمایا:

و من لم یھذب نفسه لم ینتفع بعقله ۔ (۱)

جو اپنے نفس کو نہیں سنوارتا، وہ اپنی عقل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

دوسری جگہ فرمایا:

من جانب ھواہ صح عقله۔ (۲)

جس نے نفسانی خواہشات کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیا اس کی عقل صحیح و سالم رہی ۔

امام علی علیہ السلام نے نفسانی امراض کے عقل پر اثرات اور انسانی زندگی میں نفس کے قائدانہ کردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

و اعلموا ان الامل یسھی العقل۔ (۳)

یاد رکھو! خواہشیں عقل کو بھلا دیتی ہے۔

عجب المرء بنفسه احد حساد عقله۔ (۴)

انسان کی خود پسندی اس کی عقل کے حریفوں میں سے

---

(۱) غرر الحکم ص ۲۴۰ (۲) میزان الحکمۃ ۶: ۴۳۶

(۳) نہج البلاغۃ خطبہ ۸۶ (۴) حوالہ سابق قصار الحکم: ۲۱۲

ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمیں اپنے نفس کو بہت ہی اہمیت دینا چاہیے اور جب نفس تکبر، غرور، خوف، بزدلی، سستی، انانیت اور کینہ جیسے امراض کا شکار ہو جائے تو کوئی شے انسان کے لیے مفید نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۔ (۱)

میں انہیں اپنی آیات سے دور رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔

یعنی انہیں ایمان کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ پس جو لوگ رسولوں اور نبیوں پر ایمان نہیں لائے، کیا ان کی عقل کو بیماری لاحق تھی اور وہ معرفت سے عاجز تھے؟

ہرگز نہیں، بلکہ ان کی اصل مشکل ان کے نفس میں پوشیدہ ہے۔ وہ تکبر کا شکار تھے۔ خواہشات نفسانی ان پر حکومت کرتی تھیں۔

نفس کے بارے میں ہماری ذمہ داری

ہم اپنی عقل کو علم و معرفت کے زیور سے آراستہ کرنے اور اپنے جسم کو لذت و راحت پہنچانے کے لیے بہت زیادہ وقت دیتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو نفسانی امراض سے محفوظ کرنے کے لیے کتنا وقت مختص کرتے ہیں؟

جو لوگ مشرق و مغرب کی یونیورسٹیوں میں پڑھتے اور جن میدانوں

----

(۱) ۷ اعراف:۱۴۶

کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، آپ اندازہ نہیں کر سکتے وہ کس قدر عقل کے مالک ہیں۔ ان کی عظیم عقل وفکر کے سامنے انسان کو کمتری اور حقارت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ وہ عقل وفکر جو ان وسائل کو ایجاد کرتی ہے اور جدید الیکٹرونک آلات بنائے جاتے ہیں، ذرا ان وسائل اور آلات کو ملاحظہ کیجیے۔ یہ بہت بڑا عقلی کارنامہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے نفس میں مختلف امراض، منفی اثرات اور غلطیاں بھی وجود میں آ گئی ہیں، جنہوں نے ان کی عقل اور جسم کو اس دنیا میں آتش شقاوت اور آخرت میں آتش جہنم کے لیے ایندھن بنا دیا ہے۔

ایک غلط تصور

کبھی انسان غلطی سے یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ نفس کی سلامتی کے لیے جو وقت صرف کیا جاتا ہے وہ ضائع جاتا ہے۔ مثلاً آپ ایک مومن کے جنازے میں شرکت کی غرض سے قبرستان بقیع کی طرف جاتے ہیں تو آنے جانے اور تھوڑی دیر وہاں رہنے میں جو وقت صرف ہوتا ہے، آپ سوچتے ہیں اگر اس وقت کو کسی فکری کام میں صرف کرتا، ایک کتاب کے مطالعے میں لگا دیتا یا ایک ایسے موضوع کے بارے میں سوچتا کہ جس سے عقل کو فائدہ پہنچتا تو بہتر تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مجھ سے صرف عقلی معلومات کی فراہمی مطلوب ہے اور صرف عقل کی خدمت کرنا مقصود ہے؟ نفس کی اہمیت کہاں گئی؟ میرے نزدیک اس کا مقام کیا ہے؟ کیا اس کی صحت اور سلامتی اہم نہیں ہے؟ واجب ہے کہ کچھ مدت تزکیہ نفس پر بھی صرف کروں اور اسلامی عبادت اور اس کی طرف رہنمائی کا پوشیدہ راز بھی یہی ہے۔ بے شک آپ نماز، دعا، اموات کی تشییع اور محاسبۂ نفس پر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرمان پر

عمل کرتے ہوئے کچھ وقت صرف کرتے ہیں ۔ آپ (ع) نے فرمایا:

لیس منا من لم یحاسب نفسه فی کل یوم فان عمل خیرا استزاد اللّٰه منه و حمد اللّٰه علیه، و ان عمل شراً استغفر اللّٰه منه و تاب الیه۔ (۱)

جو ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر نیک عمل انجام دے تو توفیق مزید کی دعا کرے اور اس کی حمد بجا لائے اور اگر برا عمل انجام دے تو اللہ سے طلب مغفرت اور توبہ کرے۔

جب تک انسانی علوم کی پیشرفت اور سلامتی نفس کے ساتھ ساتھ عقل و ادراک کے دائرے میں وسعت کے درمیان توازن برقرار نہ رہے تو انسان کا مستقبل خطرے سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ اپنے نفس کو اہمیت دیں اور اپنے پروگراموں میں سے کچھ وقت اس کے لیے مختص کریں۔

---

(۱) میزان الحکمۃ: ج۲،ص۴۰۷

باب دوم

اسلامی منطق اور نفس

وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ
النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ
اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (یوسف:۵۳)

اور میں اپنے نفس کی صفائی پیش نہیں کرتا، کیونکہ (انسانی) نفس تو برائی پر اکساتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔ بے شک میرا پروردگار بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

۱۔ نفس امارہ

نفس کے اندر خواہشات اور شہوات پائی جاتی ہیں جو لذات اور خواہشات کی تکمیل کے لیے انسان کو مفاسد اور انحراف کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ جب شہوات نفس پر غالب آ جائیں اور اس کی راہ میں مانع بننے والا کوئی ارادہ نہ ہو اور نہ ہی غیر متزلزل استقامت ہو تو یہ شہوات انسان کو پستی کی انتہا تک پہنچا دیتی ہیں، جس کے نتیجے میں مستقبل تاریک اور دنیوی و اخروی مصلحتوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

ان دنوں میں نے لندن سے نشر ہونے والے مجلّہ الحیاۃ میں ایک خبر پڑھی، جو خواہشات اور شہوات نفسانی کے آگے تسلیم ہونے کے نتیجے میں انسان کے کس حد تک انحطاط اور پستی میں گرنے پر بہترین شاہد اور مثال ہے۔

۱۹۹۱/۱/۲۸ ۔ ۱۴۱۱/۷/۱۳ھ کو شائع ہونے والے مجلۃ الحیاۃ میں لکھا ہے:

> امریکہ میں سماجی شیرازہ بکھرنے، اخلاقی اعتبار سے تہی دامنی اور نسل جدید کی بے راہروی کے دلائل میں سے ایک وہ واقعہ ہے، جو شکاگو کی عدالت میں گزشتہ

ہفتے پیش کیا گیا اور عدالت نے ایک نوجوان ماں کے خلاف فیصلہ سنایا، جو اپنی بچی کو گاڑی کی ڈگی میں بند کر کے رات کو کسی کلب میں اپنے بوائے فرینڈ سے ملنے گئی تھی۔

انتیس سالہ باتریسیا (Batrasia) نے بتایا کہ اس کے دوست نے کسی کلب میں رات کو ملاقات کے لیے وقت دیا ہوا تھا۔ وہ اپنی آٹھ ماہ کی بچی جایانی (Jayani) جو اس کے سابقہ شوہر سے تھی اور بچی کی پیدائش کے تین ماہ بعد اس نے اسے طلاق دے دی تھی، کے لیے کسی آیا کا انتظام نہ کر سکی۔

اس نے پولیس مرکز میں یہ انکشاف کیا:

مجھے نہیں معلوم تم لوگ مجھ پر کیوں اس طرح ظلم کر رہے ہو۔ میں نے اپنی بچی کو گاڑی کی ڈگی میں آرام کے ساتھ گدے بچھا کر رکھا تھا اور میں نے اس کے نزدیک ریڈیو سیٹ بھی رکھ دیا تھا تاکہ وہ موسیقی سے محظوظ ہو اور تاریکی و خاموشی سے خوفزدہ نہ ہو۔

تفتیش کرنے والوں نے انکشاف کیا کہ اس عورت نے اپنی بیٹی کو تین گھنٹے تک گاڑی کی ڈگی میں رکھا اور وہ اصرار کر رہی تھی کہ وہ ہر آدھ گھنٹے کے بعد بچی کو دیکھنے آتی تھی:

میں اپنے دوست سے واش روم کا بہانہ کر کے باہر نکلتی اور بچی کو دیکھ کر واپس آ جاتی۔ لیکن چند مرتبہ ایسا کرنے

کے بعد اسے کوئی شک گزرا اور اس نے مجھے باہر جانے سے روک دیا۔

پیزا ہوٹل کا ملازم اور عینی شاہد John Noland نے بتایا:

وہ دو مرتبہ گاڑی کے نزدیک سے گزرا اور ایک بچے کے رونے کی آواز سنی۔ لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا کہ بچہ گاڑی کی ڈگی میں ہے۔

لیکن ریجینا جاکسن (Rajina Jakson) نے شکاگو پولیس سے رابطہ کیا اور بتایا:

میں نے شروع شروع میں خیال کیا کہ گاڑی کی ڈگی میں ایک بلی ہے جو اس طرح کی گھٹی ہوئی آواز نکال رہی ہے۔ پھر میں زیادہ نزدیک گئی اور کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی بچے کی آواز ہے۔

جب پولیس کو یہ خبر ملی تو پولیس فوراً جائے حادثہ پر پہنچ گئی اور ڈگی کھولی تو ایک بچی ملی جو دم گھٹنے کے باعث اور رو رو کر جان دینے کو تھی۔ انہوں نے بچی کو اٹھایا اور گاڑی بھی کھینچ کر لے گئے۔

کافی دیر گزرنے کے بعد باٹریسیا اپنی بچی کو دیکھنے آئی تو چیخنا شروع کر دیا کہ کسی نے اس کی بچی کو اغوا کر لیا اور گاڑی چوری کر لی ہے۔ لیکن اسے زیادہ چیخنے کا موقع نہیں ملا، کیونکہ پولیس نزدیک ہی اس کے انتظار میں موجود تھی اور اسے گرفتار کر لیا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ اس کی بچی کو Child house لے گئے ہیں اور وہ اس وقت

تک خاموش نہیں ہوئی جب تک تھانیدار سے یہ نہ سنا کہ محترمہ! آپ کو اپنی بچی کے بارے میں غفلت برتنے اور اقدام قتل کے الزام میں گرفتار کیا جاتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ نفس امارہ ایسا ہوتا ہے۔ اسی لیے دینی تعلیمات ہمیں نفس کی اصل طبیعت سے ہوشیار رہنے کا حکم اور آگاہی و ارادے سے مسلح ہونے کی دعوت دیتی ہیں تاکہ ہم اس کے بہکاوے میں نہ آئیں اور خواہشات اور شہوات کے احکامات ماننے سے انکار کرسکیں:

۱۔ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام، نے شہوات کے بہکاوے کے آگے ثابت قدمی دکھانے اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کے حوالے سے بہترین مثال قائم کی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ نفس کی طبیعت میں برائی کے رجحان اور میلان کے موجود ہونے کے بارے میں تاکید کی اور یہ کہ تقویٰ ہی نجات کا واحد ذریعہ اور فلاح کا وسیلہ ہے اور نفس امارہ سے نجات خدا کی رحمت کے شامل حال ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (۱)

اور میں اپنے نفس کی صفائی پیش نہیں کرتا، کیونکہ (انسانی) نفس تو برائی پر اکساتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔ بے شک میرا پروردگار بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

۲۔ برائی کی دعوت دینے والے نفس امارہ کی حقیقت سے تجاہل اور

----

(۱) ۱۲ یوسف: ۵۳

آنکھیں بند کر کے نفس پر اعتماد کرنے والوں پر کیا گزرتی ہے، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

ان النفس لامارة بالسوء و الفحشاء ، فمن ائتمنها خانته، و من استنام اليها اهلكته ، و من رضی عنها اوردته شر المورد ۔ (۱)

بے شک نفس برائی اور فحشاء کا حکم دینے والا ہے۔ پس جس نے نفس کو امین سمجھا اس نے اس کے ساتھ خیانت کی، جس نے اس پر بھروسہ کیا، اس نے اسے ہلاک کر ڈالا اور جو نفس سے راضی ہوا، اس نے اسے برے انجام تک پہنچا دیا۔

۳۔امام علی علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

ان هذه النفس لامارة بالسوء فمن اهملها جمحت به الى المآثم (۲)

بے شک یہ نفس برائی کا حکم دینے والا ہے۔ جو اس کے بارے میں سستی سے کام لے گا وہ اسے گناہوں میں ملوث کر دے گا۔

۴۔ انسانی نفس دھوکہ ، فریب اور بہکاوے کے ذرائع استعمال کر کے انسان کو معصیت اور حرام کے جال میں پھنسا دیتا ہے۔ انسان کو بیدار اور ہوشیار رہنا چاہیے اور اس پر لازم ہے کہ نفس پر بھروسہ نہ کرے اور اپنی زمام نفس کے ہاتھ میں نہ دے۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان نفسك لخدوع، ان تثق يقتدك الشيطان الى

---

(۱) میزان الحکمۃ ۱۰: ۱۳۰ (۲) حوالہ سابق

ارتکاب المحارم۔(۱)

تمہارا نفس نہایت دھوکہ باز ہے۔ اگر تم اس پر بھروسہ کرو گے تو شیطان تمہیں ارتکاب محرمات کی طرف لے جائے گا۔

۵۔ جب آپ علیہ السلام نے مالک اشتر کو مصر کا والی بنایا اور اس موقع پر جو عہدنامہ لکھا تھا، اس میں آپ علیہ السلام نے فرمایا:

و امره ان یکسرنفسه من الشهوات و یزعجها عند الجمحات فان النفس امارة بالسوء الا ما رحم اللّٰه۔(۲)

اس کے علاوہ انہیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اس کی منہ زوریوں کے وقت اسے روکیں، کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے، مگر یہ کہ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو۔

۶۔ انسان کو اپنے نفس کی طبیعت سے آگاہ اور خبردار کرنے کے لیے امام زین العابدین علیہ السلام ایک حکیمانہ اور تربیتی اسلوب میں خدا سے راز و نیاز اور مناجات کرتے ہوئے اپنی معروف مناجات شاکین میں فرماتے ہیں:

الهی الیك اشكو نفسا بالسوء امارة، و الی الخطیئة مبادرة و بمعاصیك مولعة، و لسخطك متعرضة، تسلك بی مسالك المهالك و تجعلنی عندك اهون هالك ، كثیرة العلل، طویلة الامل ان مسها الشر تجزع ، و ان

---

(۱) حوالہ سابق (۲) نہج البلاغۃ مکتوب: ۵۳

مسهـا الـخيـر تـمنع، ميالة الى اللعب و اللهو ، مـمـلـوءة بـالـغـفـلة و السهـو، تسرع بى الى الحوبة، وتسوفنى بالتوبة۔ (۱)

میرے معبود! تیری بارگاہ میں نفس کی شکایت کرتا ہوں جو برائی کا حکم دینے والا، غلطی کی طرف سبقت کرنے والا اور تیری نافرمانی کا مرتکب اور تیرے غضب کا نشانہ ہے۔ مجھے ہلاکت کے راستوں پر لے چلتا اور تیرے حضور آسانی سے ہلاکت میں پڑنے والا بنا دیتا ہے۔ اس کے امراض زیادہ اور امیدیں طویل ہیں۔ اگر اس پر کوئی سختی آئے تو جزع و فزع کرتا ہے اور اگر اسے کوئی خیر پہنچے تو مانع ہوتا ہے۔ لہو و لعب کی طرف بہت زیادہ راغب ہے۔ غفلت، سہل انگاری اور سہو سے بھرپور ہے۔ مجھے گناہ کی طرف جلدی لے جاتا ہے اور میری توبہ میں تاخیری حربے استعمال کرتا ہے۔

۷۔ تاریخ میں کتنے زیادہ افراد یا انسانی گروہ ہیں جو اپنے نفس امارہ کے دھوکے اور فریب کا شکار ہوگئے۔ جنگ نہروان میں خوارج کے مقتولین کی تعداد چار ہزار تھی۔ یہ لوگ اس حقیقت کی بہترین مثال ہیں۔ یہ لوگ امام علی علیہ السلام کے انصار و اصحاب میں سے تھے، لیکن ان کی غفلت اور گمراہی کے دوران شیطان ان پر غالب آ گیا اور انہوں نے اپنے آپ کو نفس امارہ کے ہاتھ میں دے دیا!!

يـقـول الامـام على عليه السلام و قدمر بقتلى

----

(۱) الصحيفةالسجادية، المناجاة الثانية

الـخـوارج يوم النهروان: بؤسا لكم لقد ضركم مـن غـركـم ـ فـقـيـل لـه: مـن غـرهـم يـا اميـرالـمـومـنين؟ فقال: الشيطان المضل، و الا نفس الامارة بالسوء غرتهم بالامانی و فسحت لهـم بالمعاصی و وعدتهم الاظهار فاقتحمت بهم النار۔(۱)

امیرالمومنین علیہ السلام نہروان کے دن خوارج کے کشتوں کی طرف ہو کر گزرے تو فرمایا: تمہارے لیے ہلاکت و تباہی ہو۔ جس نے تمہیں ورغلایا، اس نے تمہیں فریب دیا۔ کہا گیا: یا امیرالمؤمنین کس نے انہیں ورغلایا تھا؟ فرمایا: گمراہ کرنے والے شیطان اور برائی پر ابھارنے والے نفس نے کہ جس نے انہیں امیدوں کے فریب میں ڈالا اور گناہوں کا راستہ ان کے لیے کھول دیا۔ فتح و کامرانی کے ان سے وعدے کیے اور اس طرح انہیں جہنم میں جھونک دیا۔

---

(۱)نہج البلاغة قصار الحکم: ۳۲۳

۲۔ جہاد اکبر... جہاد بالنفس

اس دنیاوی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے سب سے بڑا اور کڑا امتحان لازم قرار دیا ہے۔ اس امتحان سے مراد اسے اپنے نفس کے ذریعے آزمائش میں ڈالا جانا ہے۔ جتنا وہ اس آزمائش میں سرخرو ہوگا، اتنا ہی خدا کے نزدیک اس کا مقام اور درجہ بلند ہوگا۔ دنیوی اور اخروی زندگی کے مستقبل کا انحصار بھی اسی پر ہے۔ اس لیے انسانی زندگی کے تمام معرکوں میں سب سے زیادہ کٹھن اور خطرناک معرکہ، معرکۂ نفس ہے۔

الف۔ یہ ایک اٹل معرکہ ہے کہ جس میں کسی کو اختیار دیا اور نہ ہی کسی کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ انبیاء، اوصیاء اور اولیاء بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ کسی اور جنگ یا معرکے سے کسی نہ کسی طریقے سے پہلو تہی کرنا اگر انسان کے بس میں ہو تو یہ ممکن ہے، لیکن اس کا اپنے نفس کے ساتھ معرکہ بہر صورت واقع ہو کر رہے گا اور اس سے کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

ب۔ یہ ایک دائمی معرکہ ہے۔ انسان کی پوری زندگی میدان جنگ ہے۔ یعنی جس دن اس نے ہوش سنبھالا ہے، اس دن سے موت تک یہ معرکہ جاری ہے۔ کبھی ممکن ہے کہ انسان زندگی بھر نفس کے خلاف یہ معرکہ سر کرتا

رہے اور زندگی کے آخری لحموں اسے شکست فاش ہو جائے !!

ج۔ اسی طرح سے یہ معرکہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کے مختلف امور، تمام گوشوں، تفصیلات اور جزئیات یعنی فکر، احساسات، عمل، قول، اشارہ اور خاموشی کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ نفسانی خواہشات اور شہوات انسان کے عقیدے، افکار، احساسات وشعور کی سلامتی، اقوال کی سچائی، مواقف کے کھرے پن، تعلقات اور لین دین میں استقامت یعنی سب چیزوں کو خطرے سے دوچار کر دیتی ہیں۔

د۔ انسان اور اس کے نفس کے درمیان گہرا، مضبوط اور شدید رابطہ سب سے زیادہ مصیبت لانے والا ہے۔ کیونکہ نفس ہی انسان کے سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ یہ اس کے اندر داخل ہے۔ جب انسان کا دشمن خود اس کے اندر موجود ہو، ایک ساتھ ہی زندگی کر رہا ہو، ہمیشہ اس کے ساتھ ہو اور ان کا آپس میں گہرا تعلق ہو تو یہ معرکہ انسان کے لیے کس قدر مشکل ہے، آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان تمام اسباب کی بنا پر نفس کے ساتھ معرکہ بہت ہی کٹھن ہو گا اور یہ رسول اللہ (ص) کے فرمان کا بہترین مصداق ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد، جہاد اکبر ہے۔

ذیل میں آنے والے فرامین اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِیَ الْمَاْوٰی (۱)

اور جو شخص اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پیش ہونے کا خوف رکھتا ہے اور نفس کو خواہشات سے روکتا ہے، پس

---

(۱) ۷۹ نازعات: ۴۰۔ ۴۱

اس کا ٹھکانا یقیناً جنت ہے۔

پس جو شخص نفس کے ساتھ قائم اس دائمی، حتمی اور طویل معرکے میں سرخرو ہو جاتا ہے، وہی عظیم انعام یعنی جنت کا بھی مستحق ہے اور جنت جیسی نعمت کے حصول کے لیے اتنی مشقت اور مشکلات بے جا نہیں بلکہ بجا ہیں۔

۲۔ امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ (ع) نے فرمایا:

ان رسول اللّٰہ (ص) بعث سریة فلما رجعوا قال مرحبا بقوم قضوا الجهاد الاصغر و بقی علیهم الجهاد الاکبر۔

قیل یا رسول اللّٰہ (ص) و ما جهاد الاکبر ؟

قال(ص) : جهاد النفس۔

ثم قال (ص): افضل الجهاد من جاهد نفسه التی بین جنبه۔ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ (گروہ لشکر) روانہ کیا۔ جب وہ لشکر جنگ کے بعد واپس آیا تو فرمایا: اس قوم کے لیے آفرین ہے جس نے جہاد اصغر انجام دے دیا اور ابھی اس پر جہاد اکبر باقی ہے۔

پوچھا گیا: یارسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد اکبر کیا ہے؟

فرمایا: جہاد بالنفس ۔

پھر فرمایا : بہترین جہاد، جہاد بالنفس ہے جو کہ خود اس کے پہلوؤں کے درمیان موجود ہے۔

---

(۱) بحار الانوار ۷۰ :۶۴

۳۔ آنحضور (ص) سے مروی ہے:

ليس الشديد بالصرعة انما الشديد الذى يملك نفسه عند الغضب ۔ (۱)

بہادر وہ نہیں ہے جو کشتی جیت کر آئے، بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنا نفس قابو میں رکھے۔

۴۔ فضالہ بن عبید سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ(ص) سے سنا کہ آپ(ص) فرماتے تھے:

المجاهد من جاهد نفسه۔ (۲)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔

۵۔ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

اشجع الناس من غلب هواه ۔ (۳)

سب سے بہادر شخص وہ ہے جو اپنی خواہشات نفسانی پر غالب آئے۔

۶۔ امام علی علیہ السلام سے مروی ہے:

املكوا انفسكم بدوام جهادها۔ (۴)

اپنے نفسوں کو دائمی جہاد کے ذریعے قابو میں رکھو۔

۷۔ آپ (ع) سے ہی مروی ہے:

صلاح النفس مجاهدة الهوى (۵)

نفس کی اصلاح خواہشات کے ساتھ جنگ سے عبارت

---

(۱) صحیح البخاری ۔ کتاب الادب ۔ حدیث: ۵۷۶۳
(۲) سنن الترمذی ۔ کتاب الفضائل الجهاد ۔ حدیث: ۱۶۲۱
(۳) مستدرك الوسائل ۱۲: ۱۱۱۔ باب تحريم اتباع الهوى ....
(۴) غرر الحكم ص ۲۴۱۔ جهاد النفس فضلته و آثاره
(۵) حوالہ سابق ۔مخالفة الهوى۔

ہے۔

۸۔ امام علی علیہ السلام نفس کے ساتھ معرکہ کی بعض حکمت عملی کے بارے میں فرماتے ہیں:

اذا صعبت عليك نفسك فاصعب لها تذل لك
و خادع نفسك عن نفسك تنقد لك۔ (۱)

اگر نفس تمہارے لیے مشکل کھڑی کر دے تو تم خود اس کے لیے مشکل کھڑی کر دو، وہ تمہارے لیے رام ہو جائے گا۔ اپنے نفس کو نفس کے ذریعے فریب دو، وہ تمہارا فرمانبردار بن جائے گا۔

لہذا معرکہ کی سختی دیکھ کر انسان کو جلد شکست نہیں کھانی چاہیے۔ دشمن کے فریبوں کے جال میں نہیں پھنسنا چاہیے۔ انسان کی ثابت قدمی کے ذریعے ہی خواہشات نفسانی کو ناکامی، خواری اور شکست ہو گی۔ اس کی آگاہی اور بیداری ہی نفس کے ہاتھوں سے فریب اور دھوکے کا موقع چھین لے گی۔

۹۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اقبل على نفسك بالادبار عنها (۲)

نفس سے دوری اختیار کرتے ہوئے اس سے قربت حاصل کرو.

کیونکہ نفس کی خواہشات کو تسلیم کرنا خود انسان اور نفس دونوں کے لیے مہلک ہے۔ جبکہ نفس کی خواہشات کی خلاف ورزی اور اسے ناپسند کرنے میں خود نفس کی بھی مصلحت ہے۔

۱۰۔ آپ علیہ السلام سے مروی ہے:

---

(۱) حوالہ سابق ص ۲۳۹۔ توبیخ النفس۔ (۲) غرر الحکم ص ۲۳۸۔ توبیخ النفس

دواء النفس الصوم عن الهوی و الحمیة عن لذات الدنیا۔ (۱)

نفس کا علاج خواہشات کا روزہ رکھنا اور دنیوی لذات سے پرہیز ہے۔

۱۱۔ *آپ علیہ السلام ایک خطبے میں فرماتے ہیں:*

و اعلموا انه ما من طاعة اللّٰه شیء الا یاتی فی کره ، و ما من معصیة اللّٰه شیء الا یاتی فی شهوة، فرحم الله امرءاً نزع عن شهوته، و قمع هوی نفسه ، فان هذه النفس ابعد شیء منزعاً، و انها لا تزال تنزع الی معصیة فی هوی ۔ و اعلموا عباد اللّٰه ان المؤمن لا یصبح و لا یمسی الا و نفسه ظنون عنده۔ فلا یزال زاریاً علیها، مستزیداً لها۔ (۲)

یاد رکھو! اللہ کی ہر اطاعت ناگوار صورت میں اور اس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا اس شخص پر رحمت کرے جس نے خواہشوں سے دوری اختیار کی اور اپنے نفس کے ہوا و ہوس کو جڑ و بنیاد سے اکھیڑ دیا۔ کیونکہ نفس خواہشوں میں لامحدود درجہ تک بڑھنے والا ہے اور ہمیشہ خواہش و آرزوئے گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اللہ کے بندو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مومن (زندگی کے) صبح و شام میں اپنے نفس سے بدگمان رہتا

---

(۱) حوالہ سابق ص ۲۳۵۔ مراقبة النفيس (۲) نہج البلاغة خطبہ ۱۷۶۔

ہے اور اس پر (کوتاہیوں کا) الزام لگاتا ہے اور اس سے (عبادتوں میں) اضافے کا خواہشمند رہتا ہے۔

۱۲۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام نے شریح بن ہانی کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا:

اتق اللّٰہ فی کل صباح و مساء و خف علی نفسك الدنیا الغرور، و لا تامنھاعلی حال، و اعلم انك ان لم تردع نفسك عن کثیر ما تحب ، مخافة مکروہ، سمت بك الأھواء الی کثیر من الضرر، فکن لنفسك مانعاً رادعا ، و لنزوتك عند الحفیظة واقما قامعاً۔(۱)

صبح و شام برابر اللہ کا خوف رکھنا اور اس فریب کار دنیا سے ڈرتے رہنا اور کسی حالت میں اس سے مطمئن نہ ہونا۔ اگر تم نے کسی ناگواری کے خوف سے اپنے نفس کو بہت دل پسند باتوں سے نہ روکا تو تمہاری نفسانی خواہشیں تمہیں بہت سے نقصانات میں ڈال دیں گی ۔ لہذا اپنے نفس کو روکتے ٹوکتے اور غصہ کے وقت اپنی جست و خیز کو دباتے کچلتے رہو۔

۱۳۔ امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

افضل الاعمال ما اکرھت نفسك علیه ۔ (۲)

بہترین عمل وہ ہے جسے بجا لانے پر تمہیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے ۔

---

(۱) نہج البلاغۃ وصیت :۵۶۔ (۲) حوالہ سابق نصیحت :۲۴۹۔

کیونکہ نتیجہ عمل، خود عمل سے زیادہ اہم ہے اور وہ نفس کی مخالفت اور اس پر فتح و کامرانی ہے۔

۱۴۔ امام علی علیہ السلام اپنے نفس کے مقابلے میں ثابت قدمی کے حوالے سے انسان کے بنیادی کردار پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

و اعلموا انه من لم یعن علی نفسه حتی یکون له منها واعظ و زاجر، لم یکن له من غیرها لا زاجر و لا واعظ ۔(۱)

یاد رکھو! جسے اپنے نفس کے لیے یہ توفیق نہ ہو کہ وہ خود اپنے کو وعظ و پند کر لے اور برائیوں پر متنبہ کر دے تو پھر کسی اور کی بھی پند و توبیخ اس پر اثر نہیں کر سکتی۔

۱۵۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

و انما هی نفسی اروضها بالتقوی لتاتی آمنة یوم الخوف الاکبر ۔ (۲)

یہ میرا نفس ہی ہے جس کی تربیت میں تقویٰ الٰہی سے کرتا ہوں تا کہ یہ سب سے زیادہ ہولناک دن کو مطمئن رہے۔

ہم نے پہلے اشارہ کیا تھا کہ نفس کے ساتھ جنگ میں کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کو دیکھیے! اس عظمت اور منزلت کے باوجود دیگر انسانوں کی طرح نفس کی آزمائش سے دوچار ہیں۔ نفس کے خلاف آپ(ع) کی نمایاں کامیابی شاید آپ کی عظمت کے اسرار و رموز میں سے ہے۔

---

(۱) حوالہ سابق خطبہ ۹۰۔ (۲) حوالہ سابق مکتوب: ۴۵

(۳) مستدرك الوسائل ۱۱: ۳۴۴۔ باب وجوب اجتناب الشهوات ....

۱۶۔ آپ(ع) فرماتے ہیں:

خدمة الجسد اعطاؤه ما يستدعيه من الملاذ و الشهـوات و الـمقتنيـات و فـى ذلك هـلاك النفس۔ (۳)

جسم کی خدمت یہ ہے کہ اسے وہ لذات، شہوات اور دیگر ضروریات فراہم کی جائیں جن کا وہ طالب ہے اور اسی میں نفس کی ہلاکت ہے۔

۱۷۔ **امام علی** علیہ السلام **نفس کے خلاف جنگ کی اصل طبیعت اور اس کے دیگر پہلوؤں کے تعین پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:**

الـعـقـل صاحب جيش الرحمن، و الهوى قائد جيـش الشيـطـان و الـنـفـس متجاذبة بينهما فايهماغلب كانت فى حيزه ۔ (۱)

جیش رحمٰن کی مالک عقل ہے اور شیطانی لشکر کی سردار خواہشات ہیں اور دونوں لشکر نفس کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور جو غالب آئے گا نفس اس کے ماتحت ہوگا۔

۱۸۔ **ایک اور حدیث میں اسی مضمون کے ساتھ فرماتے ہیں:**

الـعـقـل و الشهوة ضدان ، مؤيد العقل العلم، و مـزين الشهوة الهوى ، و النفس متنازعة بينهما فايهما قهر كانت فى جانبه ۔ (۲)

عقل و شہوت دو متضاد چیزیں ہیں۔ عقل کا حامی علم ہے اور شہوت کو خوشنما دکھانے والی خواہشات ہیں اور نفس ان

---

(۱) غرر الحکم ص۵۰ ۔ اهمية العقل۔ (۲) حوالہ سابق ص۵۳۔ رابطة العقل و العلم ۔

دونوں کے درمیان مورد نزاع ہے۔ جو غالب آئے گا،
نفس اسی کے ساتھ ہو گا۔

نفس کے ساتھ انسان کی جنگ میں سردار لشکر عقل ہے۔ علم و معرفت اس جنگ کے سامان حرب ہیں۔ طرفین معرکہ یعنی عقل اور خواہشات کے اپنے اپنے سپاہی اور اسلحے ہیں۔ پس یہ دو لشکر جیش رحمٰن اور جیش شیطان ہیں جو نفس کے میدان کارزار میں باہم دست بہ گریبان ہیں۔

۳۔ انسان پر نفس کے حتمی اثرات

انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی دونوں اس کے نفس کے رحم وکرم پر اور اس کی نفسانی حالت کے زیر اثر ہیں۔ جب نفس آلائشوں سے پاک اور عقل کی راہنمائی کے تابع ہو تو یہ انسان کی دونوں زندگیوں کی سعادت کا ضامن ہے۔ لیکن اگر خواہشات نفس اور شہوات، انسان کے فیصلوں پر غالب آ جائیں تو دنیوی و اخروی دونوں زندگیوں کو شقاوت اپنی لپیٹ لے لے گی۔ دینی تعلیمات اور نصوص اسی حقیقت پر زور دیتی ہیں۔ اس کے دلائل اور مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا. فَاَلْهَمَهَآ فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا.
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا.(۱)
صدق اللّٰه العلی العظیم ۔

اور نفس کی اور اس کی جس نے اسے معتدل کیا۔ پھر اس

----

(۱) ۹۲ شمس: ۷ تا ۱۰

نفس کو اس کی بدکاری اور اس سے بچنے کی سمجھ دی۔ بتحقیق
جس نے اسے پاک رکھا کامیاب ہوا اور جس نے اسے
آلودہ کیا نامراد ہوا۔

انسان کی کامیابی اور فلاح، تزکیۂ نفس کے ساتھ مربوط ہے۔ نفس کے انحراف میں ملوث ہونے کا لازمی نتیجہ تباہی اور مایوسی ہے۔ جیسا کہ نفس تقویٰ کے ذریعے تزکیے کو قبول کرتا ہے، اسی طرح سے یہ فسق اور فجور کو قبول کرنے کے لیے بھی تیار رہتا ہے۔

۲۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

و لا یلم لائم الا نفسه۔ (۱)

ملامت کرنا ہو تو صرف اپنے نفس کو ملامت کرو۔

پس نفس ہی ہے جو انسان کا مستقبل بناتا ہے۔ لہذا اگر انسان کو اپنے انجام اور مستقبل میں کوئی خاص خامی نظر آتی ہے تو اس کی پوری ذمہ داری اس کے اپنے نفس پر ہے۔

---

(۱) غرر الحکم ص ۲۳۹۔ توبیخ النفس۔

۴۔ نفس کے امراض

برائیوں اور مشکلوں کا منبع دراصل امراض نفس ہیں جو نفس کو لاحق ہوتے ہیں اور یہ بیماریاں نفس کے اندر ہی پروان چڑھتی ہیں ۔پس سوال یہ ہے کہ وہ بیماریاں کون سی ہیں؟ انسان ان کا علاج کیسے کرسکتا ہے؟

ا۔ کسی کا اپنے بھائی کو قتل کرنے کی جرأت کرنا، اس کی زندگی کا حق چھین لینا بڑے شرمناک جرائم میں شمار ہوتا ہے۔ انسان اس قسم کے جرائم کا ارتکاب نفسانی مرض کے نتیجے میں کرتا ہے ۔کرہ ارض پر واقع ہونے والا پہلا خون، جس کے بارے میں قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ قابیل بن آدم نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔قرآن کریم اس جرم کو نفس کی طرف نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ (۱)

چنانچہ اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل کی ترغیب دی اور اس نے اسے قتل کر ہی دیا اور وہ خسارہ

---

(۱) ۵ مائدۃ :۳۰

اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔
۲۔ اور خوف ایک نفسانی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (۱)
پس موسیٰ نے اپنے اندر خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا: خوف نہ کریں یقیناً آپ ہی غالب آنے والے ہیں۔
۳۔ اور بخل بھی ایک نفسانی مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
فَاتَّقُو اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِاَنْفُسِکُمْ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (۲)
پس جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو اور سنو اور اطاعت کرو اور (راہ خدا میں) خرچ کرو (یہ تمہاری) اپنی بھلائی کے لیے ہے اور جو لوگ اپنی نفس کے بخل سے محفوظ رہ جائیں تو وہی کامیاب لوگ ہیں۔
۴۔ اور نفس ہی تو ہے جو انسان کو دین سے پھر جانے پر ابھارتا اور اپنے معاملے میں برے سلوک پر اکساتا ہے۔
جیسا کہ حضرت موسیٰ (ع) کے صحابی سامری کے ساتھ ہوا، جس نے زیورات سے بنے ہوئے بچھڑے کی عبادت کی طرف راہنمائی کر کے مومنین کو گمراہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
قَالَ فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوا بِہٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَۃً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ

---

(۱) ۲۰ طہ: ۶۸ (۲) ۶۴ تغابن: ۱۶

فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ O (۱)

کہا: اسے سامری تیرا مدعا کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے ایسی چیز کا مشاہدہ کیا جس کا دوسروں نے مشاہدہ نہیں کیا۔ پس میں نے فرستادۂ خدا کے نقش قدم سے ایک مٹھی (بھرخاک) اٹھا لی پھر میں نے اسے (بچھڑے کے قالب میں) ڈال دیا اور میرے نفس کو یہ عمل پسند آیا۔

۵۔ نفسانی خواہشات انبیاء کی ساتھ دشمنی اور ان کی مخالفت کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَكُلَّمَا جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ ج فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۔ (۲)

تو کیا جب بھی کوئی رسول تمہاری خواہشات کے خلاف (احکام لے کر) آئے تو تم اکڑ گئے پھر تم نے بعض کو جھٹلا دیا اور بعض کو تم لوگ قتل کرتے رہے۔

۶۔ اللہ کے نبی حضرت یوسف (ع) کے بھائیوں نے حضرت یوسف (ع) کے حق میں بڑا جرم کیا کہ انہوں نے اسے جنگل میں پھینک دیا۔ جبکہ حضرت یوسف (ع) نہایت کم سن تھے اور حسن و جمال میں یگانۂ روزگار تھے۔ انہوں نے یہ عمل اس لیے کیا کہ ان کے نفسوں کو بیماری لاحق تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے والد بزرگوار حضرت یعقوب (ع) کی زبانی فرماتا ہے:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ط فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۔ (۳)

---

(۱) ۲۰ طٰہٰ: ۹۵۔۹۶ (۲) ۲ بقرۃ: ۸۷ (۳) ۱۲ یوسف: ۱۸

کہا: نہیں! تم نے اپنے تئیں ایک بات بنائی ہے۔ پس میں بہتر صبر کا مظاہرہ کروں گا اور جو بات تم بیان کر رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔

۷۔ اور حسد بھی افراد، قوموں اور سماجی گروہوں میں پائی جانی والی ایک بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ۔(۱)

(مسلمانو!) اکثر اہل کتاب حق واضح ہو جانے کے باوجود (محض) اپنے بغض اور حسد کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان کے بعد دوبارہ کافر بنا دیں، سو آپ درگزر کریں اور نظرانداز کر دیں۔

۸. لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِىْ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا۔(۲)

بتحقیق یہ لوگ اپنے خیال میں خود کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور بڑی حد تک سرکش ہو گئے ہیں۔

تکبر ایک ایسا مرض ہے جو دل کے مختلف گوشوں میں اپنا جگہ بناتا ہے۔

۹۔ دین خدا سے منہ موڑ لینا، رسالت انبیاء سے اعراض کرنا بھی نفسانی انحراف کا نتیجہ ہے، جسے قرآن کریم سفاہت سے تعبیر کرتا ہے۔

وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔(۳)

---

(۱) ۲ بقرہ: ۱۰۹ (۲) ۲۵ فرقان۔۲۱ (۳) ۲ بقرۃ: ۱۳۰

اب ملت ابراہیم سے کون انحراف کرے گا سوائے اس شخص کے جس نے اپنے آپ کو حماقت میں مبتلا کیا۔

۱۰۔ اور امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

آفة النفس الوله فی الدنیا ۔ (۱)

نفس کی آفت دنیا میں غرق ہونا ہے۔

۱۱۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

عجب المرء بنفسه احد حسادعقله۔ (۲)

انسان کا خود پسند ہونا اس کی عقل کے حریفوں میں سے ہے۔

---

(۱) غرر الحکم ص ۱۳۶۔ الدنیا آفة النفس۔ (۲) نہج البلاغة۔ قصار الحکم، حکمت : ۲۱۲

۵۔ پہلا قدم ۔ اصلاح نفس

اولین اور اہم ترین چیز جس کی طرف انسان کو توجہ مرکوز کرنی چاہیے، اپنے نفس کی اصلاح ہے ۔کیونکہ یہی اس کی سعادت کی کنجی ہے ، اصلاح نفس کے بعد وہ اپنے تمام مسائل کا حل تلاش اور زندگی کے مختلف تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے۔ اس صورت میں وہ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں اور قدرتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے صحیح استفادہ کر سکتا ہے ۔لیکن اگر نفس ہی مریض ہو تو وہ تمام صلاحتیں اور امکانات جو اسے اس دنیا میں حاصل ہیں، خود انسان کے لیے وبال جان، دوسروں کے لیے بھی نقصان دہ اور تباہی کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔

پس علم، مال، طاقت، حسن و جمال یا کسی اور شے کو لے لیں، جب یہ چیزیں منحرف اور شریر نفس کے زیر اثر ہوں تو یہ خود اپنے اور دوسروں کے لیے بھی تباہی، نقصان اور شقاوت کا سامان فراہم کریں گی۔

بشریت ماضی اور حال میں جن آلام و مصائب سے دوچار ہوئی ہے، وہ سب کے سب اس حقیقت کے روشن شواہد و دلائل ہیں۔ اسی لیے یہ ایک طبیعی بات ہے کہ دینی تعلیمات کی پوری توجہ اصلاح نفس کی طرف مرکوز ہو،

تا کہ یہیں سے انسان کی اصلاح کا آغاز ہو۔ جیسا کہ ہم ان آنے والے فرامین میں ملاحظہ کرتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰـهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔(۱)

اللہ کسی قوم کا حال یقیناً اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

۲۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من لم يهذب نفسه لم ينتفع بالعقل ۔ (۲)

جو اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرتا، وہ اپنی عقل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

جیسا کہ اس کتابچے کے باب اول میں گزر چکا ہے کہ عقل دیگر مسائل اور امور میں اپنے فیصلے اور رائے کا اظہار کرتی ہے، لیکن نفس اپنی بے لگام خواہشات اور شہوات کے ذریعے عقل کی آواز دبا دیتا ہے اور انسان کو عقل کی مخالفت پر ابھارتا ہے۔

۳۔ امام علی (ع) فرماتے ہیں:

اعجز الناس من عجز عن اصلاح نفسه۔ (۳)

عاجز ترین انسان وہ ہے جو اپنے نفس کی اصلاح سے عاجز ہو۔

اور جو اپنے نفس کی اصلاح سے عاجز ہو تو کیا وہ دوسروں کی زندگی کے امور اور ان کے نفس کی اصلاح کر سکتا ہے؟!

---

(۱) ۱۳رعد: ۱۱

(۲) غرر الحکم ص ۲۴۰۔ تهذيب النفس۔ (۳) حوالہ سابق ص ۲۳۶۔ اصلاح نفس

۴۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:
اعجز الناس من قدر علی ان یزیل النقص عن نفسه و لم یفعل۔ (۱)
عاجز ترین انسان وہ ہے جو اپنے نفس کی خامی دور کر سکتا ہو اور اسے دور نہ کرے۔

اصولی طور پر انسان اپنی خامیوں کو دور کرنے پر قادر ہوتا ہے، لیکن اس کی نفسانی خواہشات اس کی راہ میں حائل ہوتی ہیں اور جو شخص شہوات اور نفسانی خواہشات سے مقابلے میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا، اس کی زندگی میں کامیابی کی امید نہیں کی جا سکتی۔

۵۔ آپ (ع) ایک اور جگہ فرماتے ہیں:
من اصلح نفسه ملکها، من اهمل نفسه اهلکها۔ (۲)
جس نے اپنے نفس کی اصلاح کی وہ اس کا مالک بنا اور جس نے اپنے نفس کو بے لگام چھوڑا اس نے اسے ہلاکت میں ڈال دیا۔

۶۔ خواہشات کے اسیر، شہوات کے غلام کی زندگی کی کیا قیمت ہو سکتی ہے؟ ایسی زندگی معصیت، گناہ اور فساد سے ایک جہنم بن جائے گی۔
امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:
من لم یتعاهد النقص من نفسه غلب علیه الهوی، و من کان فی نقص فالموت خیر

---

(۱) غرر الحکم ص۲۶۲۔ العجز
(۲) مستدرك الوسائل ۱۱: ۳۲۴۔ باب وجوب اصلاح نفس...

له ۔(۱)

جو اپنے نفس کے نقائص ملحوظ خاطر نہیں رکھتا اس پر خواہشات غالب آئیں گی اورجس میں نقص ہو، اس کے لیے موت بہتر ہے۔

۷۔ سب سے بری چیز یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اصلاح سے بے نیاز خیال کرے۔ تہذیب نفس کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ اس سے پروردگار اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ لوگ بھی اسے ناپسند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ فساد و انحراف کی طرف کھچا چلا جا رہا ہے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من رضی عن نفسه كثر الساخط عليه۔ (۲)

جو شخص اپنے کو پسند کرتا ہے، اسے ناپسند کرنے والے زیادہ ہوں گے۔

۸۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ايهاالناس تولوا من انفسكم تاديبها و اعدلوا بها عن ضراوة عاداتها ۔ (۳)

اے لوگو! خود ہی اپنی اصلاح کا ذمہ لو اور اپنی عادتوں کے تقاضوں سے منہ موڑ لو۔

پس کسی چیز کا عادی ہو جانا اس کا قانونی جواز ہے اور نہ ہی اگر درحقیقت وہ بری چیز ہے تو صحیح اور اچھی بن سکتی ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی عادتوں کے آگے تسلیم نہ ہو، خواہ وہ عادات اس کی زندگی میں راسخ کیوں نہ ہوگئی ہوں۔

---

(۱) من لا يحضره الفقيه ۴: ۳۸۱۔ (۲ و ۳) نہج البلاغة: قصار الحکم، حکمت: ۶

۹۔ امام علی علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند امام حسن علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

و رأیت حیث عنانی من امرك ما یعنی الوالد الشفیق و اجمعت علیه من ادبك ان یکون ذلك و انت مقبل العمر و متقبل الدهر ذونیة سلیمة و نفس صافیة۔ (۱)

...اور چونکہ مجھے تمہاری ہر بات کا اتنا ہی خیال ہے جتنا ایک شفیق باپ کو ہونا چاہیے اور تمہاری اخلاقی تربیت بھی پیش نظر ہے، لہذا مناسب سمجھا ہے کہ یہ تعلیم و تربیت اس حالت میں ہو کہ تم نو عمر اور بساط دھر پر تازہ وارد ہو۔

پس زندگی کے آغاز میں مصلحتوں اور مادی تقاضوں میں نفس کے ملوث ہونے سے قبل اس کی اصلاح آسان اور افضل ہے۔

۱۰۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لیس علی وجه الارض اکرم علی الله سبحانه من النفس المطیعة لأمره۔ (۲)

اس کرہ ارض پر اللہ کے نزدیک فرمانبردار نفس سے مکرم تر کوئی شے نہیں ہے۔

۱۱۔ آپ (ع) کا ایک اور فرمان ہے:

سبب صلاح النفس الورع ۔ (۳)

---

(۱) نہج البلاغۃ: کتاب:۳۱

(۲) غرر الحکم ص۱۸۲۔ فضیلة طاعة الله تعالیٰ۔ (۳) حوالہ سابق ص ۲۷۱۔ صلاح الدین بهما۔

خوف خدا اصلاح نفس کا سبب ہے۔

۱۲۔ آپ (ع) کا ایک اور فرمان ہے:

من ذم نفسه اصلحها و من مدح نفسه فقد ذبحها۔(۱)

جس نے اپنے نفس کی مذمت کی اس نے اس کی اصلاح کی اور جس نے اس کی مدح کی بے شک اس نے اسے ذبح کیا۔

۱۳۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من جانب هواه صح عقله۔ (۲)

جس نے خواہشات کو دور رکھا اس کی عقل سالم رہی۔

۱۴۔ ایک اور مقام پر آپ (ع) نے اشارہ کیا ہے کہ انسانی زندگی میں عقل اپنا قائدانہ کردار ادا نہیں کرسکتی جب تک اسے خواہشات نفسانی سے الگ تھلگ نہ کر دیا جائے۔

آپ (ع) فرماتے ہیں:

شهد على ذلك العقل اذا خرج من اسر الهوى و سلم من علائق الدنيا۔ (۳)

گواہ شد بر ایں عقل: جب خواہشوں کے بندھن سے الگ اور دنیا کی وابستگیوں سے آزاد ہو۔

---

(۱) حوالہ سابق ۲۳۹ و ۳۰۷۔توبیخ النفس و الرضا عن النفس و ذمها
(۲) بحار الانوار ۱: ۱۶۰۔ علامات العقل و جنوده
(۳) نہج البلاغة ص ۳۶۵۔شریح ابن حارث قاضی کے نام دستاویز ۳۔

٦۔نفس __ انتہائی خطرناک دشمن

اپنے دشمن کے منصوبوں اور اس کے طریقۂ واردات کے بارے میں مکمل علم و آگاہی سے انسان دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس پر فتح پانے پر زیادہ قادر ہوتا ہے اور دشمن کے منصوبے اور اسلحے جتنے پوشیدہ ہوں گے اتنا ہی اس پر فتح پانا مشکل اور وہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

انسان اور اس کے نفس کا مسئلہ بھی کچھ اسی طرح ہے۔ کیونکہ نفس اپنی دشمنی کا اظہار آسانی سے نہیں کرتا۔ جیسا کہ وہ فریب اور دھوکہ کے ایسے مختلف اور متنوع ذرائع استعمال کرتا ہے جو انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتے یا انسان اس کی دشمنی اور عداوت کی توقع ہی نہیں کرتا۔

دینی تعلیمات کا بنیادی ہدف انسان کو خود آگاہی دینا اور نفس کے ارادوں سے باخبر کرنا ہوتا ہے تاکہ مکمل بیداری، آگہی اور معرفت کے ساتھ میدان میں اترا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے مروی ہے:

اعدی عدوك نفسك التی بین جنبیك ۔ (۱)

---

(۱) بحار الانوار ٦٧: ٣٦ ۔ باب۴۴۔ القلب و صلاحه و فساده...۔

تیرا سب سے برا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

اور امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

عدو العقل الھوی ۔(۱)

خواہشات (نفس) عقل کی دشمن ہیں۔

---

(۱) حوالہ سابق ۷۵ :۱۱۔تتمہ باب ۱۵۔مواعظ امیر المؤمنین (ع)

۷۔ محاسبۂ نفس اور نگرانی

انسانی نفس میں مختلف خواہشات کا ہونا ایسا امر ہے جس سے کوئی مفر نہیں، کیونکہ یہ پالنے والے کی حکمت کا تقاضا ہے۔ لیکن نفس کی ان رغبتوں اور خواہشوں کو راہ راست پر رکھنا، انسان کی وہ ذمہ داری ہے جس کے پورا کرنے کے لیے انسان کو خلق کیا گیا ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ اپنی عقل و وجدان کو نگران بنائے تا کہ فاسد اور غلط طور پر اس کی نشو و نما نہ ہو اور اسی طرح نفس کو لاحق امراض کا علاج کرے تا کہ خطاؤں اور غلطیوں کا راستہ رک جائے۔

جیسا کہ جسم غسل و صفائی، طبی معائنے اور امراض کے علاج معالجے کا محتاج ہے، اسی طرح نفس کی بھی مکمل نگرانی اور اس کے بچاؤ کی تدبیریں سوچنا چاہئیں تا کہ وہ ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہے۔ بڑی کثرت سے ایسی دینی تعلیمات موجود ہیں جن میں نفس کی مستقل نگرانی اور محاسبے کی پلاننگ پر زور دیا گیا ہے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

علی العاقل ان یکون له ساعات: ساعة یناجی

فیها ربه ، و ساعة یحاسب فیها نفسه ، و ساعة یتفکر فیما صنع الله عز و جل الیه۔ (۱)

عاقل پر لازم ہے کہ وہ اپنے اوقات تقسیم کرے: وقت کا ایک حصہ اپنے رب کے ساتھ مناجات کے لیے مخصوص کرے۔ ایک وقت اپنے نفس کے محاسبے کے لیے مختص کر دے او ر وقت کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والی نعمتوں پر غور وفکر کرنے کے لیے مخصوص کرے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

لا یکون العبد مؤمناً حتی یحاسب نفسه اشد من محاسبة الشریك شریکه و السید عبده. (۲)

بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے نفس کا محاسبہ اسی طرح نہ کرے جس طرح کاروباری شراکت دار دوسرے شریک کا یا مالک غلام کا کرتا ہے۔

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

الا فحاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا، فان فی القیامة خمسین موقفاً کل موقف مقام الف سنة ثم تلا هذه الآیه : "فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ اَلْفَ سَنَةٍ"۔ (۳)

آگاہ رہو! اپنا محاسبہ کرو۔ قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ قیامت کے دن پچاس مقام ہوں گے اور ہر

---

(۱) بحار الانوار ۶۷: ۶۴ ۔ باب ۴۵۔ مراتب النفس و عدم الاعتماد۔
(۲) حوالہ سابق ۶۷: ۷۲ (۳) حوالہ سابق ۶۷: ۶۴

مقام ایک ہزار سال کا ہوگا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: " فِی یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہُ اَلْفَ سَنَۃٍ "۔ (۱)

۴۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے:

لیس منا من لم یحاسب نفسه فی کل یوم فان عمل خیرا استزاد منه و حمد اللّٰه علیه و ان عمل شرا استغفر اللّٰه منه و تاب الیه ۔ (۲)

جو ہر روز اپنا محاسبہ نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ اگر نیک عمل کرے تو اس میں اضافہ کرے اور حمد خدا بجا لائے اور اگر برا عمل کرے تو اللہ سے طلب مغفرت اور توبہ کرے۔

۵۔ امام علی علیہ السلام نے نفس کے محاسبہ اور اس کی کڑی نگرانی میں کوتاہی اور سستی کرنے پر سخت تنبیہ فرمائی ہے:

من اهمل نفسه افسد امره۔ (۳)

جس نے اپنے آپ کو بے لگام چھوڑ دیا (محاسبہ نہ کیا) اس نے اپنا معاملہ خراب کرلیا۔

۶۔ شداد بن اوس نے آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ (ص) نے فرمایا:

الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت و العاجز من اتبع نفسه هواها و تمنی علی اللّٰه ، قال هذا حدیث حسن، قال : و معنی قوله :

---

(۱) ۳۲ سجدہ: ۵ و ۷۰ معارج: ۴۔
(۲) بحار الانوار ۶۷ :۷۲۔ باب ۴۵۔ مراتب النفس و عدم الاعتماد۔
(۳) غرر الحکم ص ۲۳۶ ۔محاسبة النفس

مـن دان نـفسـه، يـقول حاسب نفسه فی الدنيا قبـل ان يـحـاسب يوم القيامة و يروی عن عمر بـن الـخـطـاب(رضی اللّٰہ عنه) ، قال: حاسبوا انـفسـكـم قبـل ان تـحـاسبـوا و تزينوا للعرض الاكبـر و انما يخف الحساب يوم القيامة علی مـن حـاسـب نـفسـه فـی الدنيا۔ و يروی عن ميـمون بن مهران قال: لا يكون العبد تقيا حتی يـحـاسـب نفسه كما يحاسب شريكه من اين مطعمه و ملبسه۔ (۱)

عقل مند انسان وہ ہے جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور آخرت کے لیے عمل انجام دیا اور عاجز انسان وہ ہے جس نے نفس کی پیروی کی اور اللہ سے (رحم کی) تمنا کی۔

کہا: یہ حدیث حسن ہے اور کہا کہ مـن دان نـفسـه کا مفہوم یہ ہے: اپنے نفس کا اس دنیا میں محاسبہ کرو، قبل اس کے کہ قیامت کے دن محاسبہ کیا جائے۔ عمر بن الخطاب سے مروی ہے۔ کہا: اپنا محاسبہ کرو اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے ۔قیامت کے لیے تیاری کرو، جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا ہے قیامت کے دن اس کا حساب آسان ہو گا۔ اور میمون بن مہران سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: بندہ اس وقت تک اہل تقویٰ نہیں ہو سکتا جب تک

---

(۱) سنن الترمذی ۔ کتاب صفة القيامة و الرقائق و الورع حديث: ۲۴۵۹

وہ اپنا محاسبہ نہ کرے، جیسا کہ ایک شخص اپنے شریک تجارت کا محاسبہ کرتا ہے کہ اس کا لباس کہاں سے آیا اور طعام کہاں سے آیا؟

۷۔ انسان پر لازم ہے، کہ اپنے محاسبہ نفس میں نہایت باریک بینی سے کام لے، ورنہ اس سستی اور غفلت کی بڑی قیمت چکانا پڑے گی۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من سامح نفسه فيما يحب (يجب) اتعبه فيما يكره۔ (۱)

جس نے اپنے پسندیدہ امور میں نفس سے چشم پوشی کی، اس کا نفس اسے ناپسندیدہ امور میں مبتلا کر دے گا۔

۸۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من حاسب نفسه ربح، و من غفل عنها خسر۔(۲)

جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور جو غفلت کرتا ہے وہ نقصان میں رہتا ہے۔

۹۔ اور دوسری جگہ فرمایا:

عباد الله! زنوا انفسكم من قبل ان توزنوا، و حاسبوها من قبل ان تحاسبوا۔ (۳)

اللہ کے بندو! اپنے نفس کو تولے جانے سے پہلے تول لو اور محاسبہ کیے جانے سے قبل خود اپنا محاسبہ کرلو۔

---

(۱) غرر الحکم ص ۲۳۵۔ مراقبۃ النفس۔

(۲) نہج البلاغۃ۔ قصار الحکم۔ حکمت: ۲۰۸ (۳) حوالہ سابق خطبہ: ۹۰

اسی طرح اس دنیا میں انسان کے اپنے نفس کے محاسبہ اور روز قیامت اللہ کی طرف سے اس کے نفس کے محاسبے کا تقابل دینی تعلیمات میں مکرر بیان ہوا ہے۔پس جو اپنے نفس کے بارے میں جتنا غافل نہیں رہے گا، اسی حساب سے قیامت کے دن حساب کی مشکلات کم ہوں گی اور اگر انسان اس دنیا میں اپنے نفس کے محاسبے میں سستی اور تساہل سے کام لے گا تو اس کے نتیجے میں قیامت کے دن مشقت، عذاب اور اللہ کے حضور طویل حساب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۱۰۔ نہایت عجیب بات ہے کہ انسان کو اپنے نفس کے محاسبے کی فرصت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دوسروں کی عیب جوئی، نگرانی، ان کی برائیوں اور خامیوں کے حوالے سے گفتگو کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

فحاسب نفسك لنفسك فان غيرها من الانفس
لها حسيب غيرك ۔ (۱)

اپنے ہی نفس کا محاسبہ خود اپنے لیے کرو، کیونکہ دوسروں کا محاسبہ کرنے والا تمہارے علاوہ دوسرا ہے۔

----
(۱) حوالہ سابق خطبہ: ۲۲۲

۸۔نفسانی انحراف کے نتائج

نفسانی انحرافات اور امراض کے نقصانات اور خطرات نہایت سنگین ہیں۔ یہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہوتے ہیں اور انسان کی دنیوی و اخروی زندگی میں حسرت اور شقاوت کا زہر گھول دیتے ہیں۔

انسان اپنی ذات سے محبت کے میلان کے باعث اپنے آپ کو خطرات اور مضرات سے بچاتا ہے تو ان سنگین خطرات کے بارے میں کیوں سستی کرتا ہے؟ اور معمولی، حقیر لذت اور فائدے کے لیے اپنی تباہی اور بدبختی پر کیسے راضی ہو جاتا ہے؟! انسان وعظ و پند اور تذکر کا محتاج ہے تا کہ وہ اس خطرناک دلدل میں پھنس کر نہ رہ جائے ۔ درج ذیل احادیث کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۱۔ ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر انسان کو درپیش مصائب و آلام اور مشکلات کا سبب اس کا اپنا نفس قرار دیتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے:

وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَفْسِکَ ۔ (۱)

تمہیں پہنچنے والے مصائب و آلام تمہارے نفس کی

----

(۱) ۴ نساء : ۷۹

بدولت ہیں۔

۲۔مختلف معاشروں، امتوں اور افراد کی شکست کا اصل منبع نفسانی تحریکات ہی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ
اَنّٰى هٰذَا ط قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۝ (۱)

(مسلمانو!)جب تم پر ایک مصیبت پڑی تو تم کہنے لگے: یہ کہاں سے آئی؟ جبکہ اس سے دوگنی مصیبت تم (فریق مخالف پر) ڈال چکے ہو۔ کہد یجیے: یہ خود تمہاری اپنی لائی ہوئی مصیبت ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیۂ کریمہ اس عسکری شکست کے حوالے سے گفتگو کر رہی ہے جو احد کے موقع پر مسلمانوں کو ہوئی تھی۔ یہ شکست جنگجوؤں کی ایک غلط نفسانی تحریک کا نتیجہ تھی جس میں وہ مبتلا ہو گئے تھے اور خاص طور پر وہ لوگ جو پہاڑی پر متعین تھے۔ انہوں نے غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگی اہمیت کی حامل چوکی کو خالی کر دیا جس سے دشمن کو اس اہم چوکی پر قبضہ کرنے اور جنگ میں غلبہ پانے کا موقع مل گیا۔ جیسا کہ یہ مشہور ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ
حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ۝(۲)

ایسا اس لیے ہوا کہ اللہ جو نعمت کسی قوم کو عنایت فرماتا

---

(۱)سورۃ آل عمران۔ ۱۶۵ (۲) ۸ انفال ۔۱۵۳

ہے، اس وقت تک اسے نہیں بدلتا جب تک وہ خود اسے نہیں بدلتی اور اللہ خوب سننے جاننے والا ہے۔

۴۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا:

حفت الجنة بالمكاره و حفت النار بالشهوات۔ (۱)

جنت کے حصول کی راہ میں مشکلات ہی مشکلات ہیں جبکہ جہنم کی راہیں شہوات میں گھیری ہوئی ہیں۔

۵۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا ترخص لنفسك فی مطاوعة الهوی و ايثار لذات الدنيا، فتفسد دينك و لا يصلح و تخسر نفسك و لا تربح ۔ (۲)

اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی اور محض دنیا کو مقدم کرنے کی اجازت نہ دو، وگرنہ تمہارا دین فاسد اس کی اصلاح ناممکن ہو گی اور تو فائدے میں نہیں گھاٹے میں ہو گا ۔ بے شک یہ دین اور دنیا دونوں کا خسارہ ہے۔

۶۔ نفس کا عقل پر مؤثر ہونا نفس کے خطرناک ترین انحرافات میں سے ہے۔ کیونکہ وہ عقل کی قدرت اور اس کے کردار کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ذهاب العقل بين الهوی و الشهوة ۔ (۳)

عقل کی تباہی، خواہشات اور شہوات میں مضمر ہے۔

---

(۱) صحيح مسلم ۔ كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها ۔ حديث : ۲۸۲۳
(۲) غرر الحکم ص ۳۰۶ ۔ذم اتباع الهوی و آثاره۔
(۳) حوالہ سابق ص ۶۵ ۔ الشهوة۔

اگر انسان کی عقل ہی چلی جائے تو پھر کیا رہ جائے گا؟ پھر اس کی کیا قیمت ہوگی؟

۷۔ امام علی علیہ السلام عقل پر شہوات کے غلبے کے خطرات سے متنبہ فرماتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں عقل رشد و ہدایت کا وسیلہ بننے کی بجائے باطل کا ذریعہ بن کر رہ جائے گی۔ آپ (ع) فرماتے ہیں:

قد خرقت الشهوات عقله ۔ (۱)

شہوات عقل کو ناکارہ بنا دیتی ہیں۔

۸۔ حضرت امام علی علیہ السلام نے معاویہ بن ابی سفیان کی طرف تحریر فرمایا:

فان نفسك او لجتك شراً و اقحمتك غياً و اوردتك المهالك و اوعرت عليك المسالك۔(۲)

تمہارے نفس نے تمہیں برائیوں میں دھکیل دیا ہے اور گمراہیوں میں جھونک دیا ہے اور مہلکوں میں لا اتارا ہے اور راستوں کو تمہارے لیے دشوار گزار بنا دیا ہے۔

یہی تمام خامیوں، اصل گمراہی اور انحراف کا مرکز ہے۔

---

(۱) نہج البلاغة ۔ خطبہ: ۱۰۹ (۲) نہج البلاغة۔ مکتوب: ۳۰

باب سوم

سقوط کا خطرہ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران: ۸)

اے ہمارے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عنایت فرما یقیناً تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

ہم روزانہ اپنی نماز میں کیوں بار بار دہراتے ہیں:
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o (۱)
ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما۔

مسلمان، مؤمن ہونے کے باوجود بھی ہم سیدھے راستے پر نہیں ہیں؟ کیا جس راستے پر ہم گامزن ہیں، اس میں کوئی شک ہے؟ ہم گمراہی کا احتمال دے سکتے ہیں؟ مسئلہ کیا ہے؟

درحقیقت صـــراط مستـــقیـــم وہ راستہ نہیں ہے جسے انسان کسی چوراہے میں تلاش کر رہا ہو اور جب یہ راستہ مل جائے اور ایک دفعہ اس پر چل پڑے تو منزل مقصود تک پھر گمراہی کا امکان ہی نہ ہو، بلکہ انسان ہر لحظہ، ہر آن ایک چوراہے پر کھڑا ہے، جہاں سے مختلف راستے نکل رہے ہیں اور ان میں سے صرف ایک ہی راستہ صراط مستقیم ہے۔ جس سیدھی راہ پر وہ چل رہا ہوتا ہے ہر لحظہ اس سے منحرف ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ اسی لیے ہمیشہ اس آیت کو دہراتے رہنا ضروری ہے۔ اِهْـدِنَـا الـصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o ۔ پس مطلوب یہی نہیں ہے کہ انسان زندگی میں سفر سے پہلے صرف راستے سے آگاہی حاصل کرے بلکہ اس سیدھے راستے پر ثابت قدم رہنا اور اسی پر ہمیشہ کسی انحراف کے بغیر گامزن رہنا مقصود ہے۔

---
(۱) احمد: ٦

بے شک اللہ تعالیٰ ہماری توجہ اس طرف مبذول کرانی چاہتا ہے کہ ہم پر لازم ہے کہ اللہ سے ہدایت پانے کے بعد گمراہی اور باطل سے بچنے اور سلامتی کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہیں ۔اللہ تعالیٰ ہمیں سکھاتا ہے :

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ o (۱)

اے ہمارے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عنایت فرما یقیناً تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

ایک اور مقام پر باری تعالیٰ ہمیں اس اسرائیلی بڑے عالم بلعم بن باعوراء کے قصے کی یاد دہانی فرماتا ہے کہ جو ہدایت اور اصلاح کے اعلیٰ مقام پر فائز تھا۔ اسے کفر و ضلالت کی پستی میں گرنے والے اور بدترین انسان کے نمونے کے طور پر پیش فرما رہا ہے :

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ o وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ط ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ج فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ o (۲)

اور انہیں اس شخص کا حال سنا دیجیے جسے ہم نے اپنی آیات دیں مگر وہ انہیں چھوڑ نکلا۔ پھر شیطان نے اس کا

---

(۱) ۳ آل عمران: ۸ (۲) ۷ اعراف: ۱۷۵۔۱۷۶

پیچھا کیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا اور اگر ہم چاہتے تو
ان آیات کے طفیل اس کا رتبہ بلند کرتے لیکن یہ شخص تو
زمین بوس ہوگیا تھا اور اپنی نفسانی خواہش کا تابعدار بن
گیا تھا، لہذا اس کی مثال اس کتے کی سی ہوگئی کہ اگرتم
اس پرحملہ کروتو بھی زبان لٹکائے رہے اور چھوڑ دوتو بھی
زبان لٹکائے رکھے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری
آیات کی تکذیب کرتے ہیں، پس آپ انہیں یہ حکایت
سنا دیجیے کہ شاید وہ فکر کریں۔

ابلیس اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ عبادت کرنے والا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ملائکہ کے بلند درجے تک پہنچا دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ... اِلَّا اِبْلِیْسَ ط وَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ ۔(۱) وہ ایک انحرافی لمحہ میں ہی قیامت تک کے لیے گمراہی اور شقاوت کا نشان بن گیا، درحالیکہ اس نے چھ ہزار سال اللہ کی عبادت کی۔ معلوم نہیں یہ سال اسی دنیا کے سال کے مشابہ ہیں یا اخروی سال ہیں؟ جیسا کہ امیر المومنین (ع) نے فرمایا ہے۔

روایات نے بعض تاریخی مثالوں کے ذریعے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو ایک طویل مدت تک راہ ہدایت و فلاح پر گامزن رہنے کے بعد منحرف اور ساقط ہو گئے۔ مثلاً برصیصا ایک اسرائیلی معاشرے کا فرد تھا جو عجز و انکسار کے ساتھ عبادت گزاری و بندگی میں اپنی مثال آپ تھا۔ اللہ کے نزدیک مقام ومرتبے کی وجہ سے مستجاب الدعوۃ تھا۔ دیوانوں اور مریضوں کو اس کے پاس دعا کے لیے لایا جاتا اور وہ باذن خدا اس کے ہاتھوں شفایاب ہو جاتے۔

----

(۱) ۱۸ کہف: ۵۰۔ ...سوائے ابلیس کے، وہ جنات میں سے تھا۔

ایک دفعہ اس کے پاس ایک نہایت خوبصورت دیوانی عورت لائی گئی۔ اس عورت کے بھائی اسے عابد کی عبادت گاہ میں چھوڑ کر چلے گئے تا کہ عابد کی دعاؤں کی بدولت اللہ تعالیٰ اسے شفا یاب فرمائے۔ لیکن ایسا برا وقت آیا کہ اس پرہیزگار عابد نے اس مریضہ اور مجنون عورت سے زنا کا ارتکاب کیا!! اس جرم کے بعد جب اسے ہوش آیا تو اس نے سوچا کہ اس بڑے گناہ کے نتیجے میں یہ عورت حاملہ ہوگئی ہے، یہ کتنی بدنامی اور فضیحت کا باعث ہے!! اس نے بدنامی اور ننگ و عار سے بچنے کے لیے اسے قتل کر کے صحرا میں دفنانے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن یہ ایک ایسی کھلی اور یقینی بدنامی تھی جسے چھپانا ممکن نہیں تھا۔ لہذا اسے قانون کے سامنے اعتراف جرم کرنا پڑا اور دو بڑے جرم یعنی زنا اور قتل ثابت ہونے کے بعد اسے سزائے موت یعنی سولی پر چڑھانے کا فیصلہ کیا گیا۔

جس وقت یہ عابد تختہ دار پر موت کا منتظر تھا کہ اسے ذلت و رسوائی کی زندگی سے نجات ملے، شیطان اس کے پاس آیا۔ شیطان نے اسے ورغلایا اور کہا: میں نے ہی تمہیں اس حالت تک پہنچایا ہے، لہذا اگر تم مجھے ایک سجدہ کرو تو میں تمہیں نجات دلوا دوں گا۔

عابد (شقی مجرم) نے شیطان کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے کہا: میں کس طرح تمہارے لیے سجدہ کروں جبکہ میری حالت یہ ہے؟ شیطان نے جواب دیا: مکمل سجدے کی ضرورت نہیں، فقط سر کا اشارہ کافی ہے۔ پس اس نے اشارے کے ساتھ شیطان کو سجدہ کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ (۱)

اس کی زندگی ختم ہوگئی، لیکن بدترین جرائم کے ارتکاب کے بعد۔ زنا

---

(۱) سفینة البحار ۱ : ۷۱

کا مرتکب ہوا، پھر قتل کا جرم کیا، پھر کفر خداوندی کرتے ہوئے شیطان کو سجدہ کیا،اس سے قبل وہ ایک عابد،اللہ کے نزدیک مستجاب الدعوۃ انسان تھا.

انسان کی حالت ایسی ہے کہ ایمان کے جس درجے پر بھی ہو، زندگی کے ہر لمحے میں، بلکہ ہمیشہ سقوط اور انحراف کے خطرے سے دوچار رہتا ہے ۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یزال المؤمن خائفاً من سوء العاقبة لا یتیقن الوصول الی رضوان اللّٰہ حتی یکون وقت نزع روحه ۔ (۱)

مؤمن ہمیشہ عاقبت کے برے انجام سے خوفزدہ رہتا ہے اور جب تک قبض روح کا وقت نہیں آ جاتا، اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول پر یقین نہیں آتا۔

بلکہ کچھ روایات و احادیث میں اشارہ ملتا ہے کہ مؤمن کے ضلالت وگمراہی کا شکار ہونے کا خطرہ عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے خطرہ زیادہ ہوتا ہے اور دوسروں کے مقابلے میں اسے گمراہ کرنے اور انحراف کے راستے پر ڈالنے کی کوششیں زیادہ کی جاتی ہیں۔

ایک مرتبہ أئمہ اطہار علیہم السلام میں سے ایک سے ان کے ایک مجاہد شاگرد نے استفسار کیا: یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ (ع) ہمارے لیے شیطان کی طرف سے کوئی خوف محسوس کرتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: تو کیا تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے شیطان کا خوف ہوسکتا ہے؟ دوسروں کو تو وہ پہلے ہی اپنا اسیر بنا چکا ہے۔

---

(۱) حوالہ سابق ۲: ۲۰۹

خطرہ کس سے؟

لیکن سوال یہ ہے کہ مؤمن کی زندگی میں انحراف کا احتمال کیوں ہے؟

شاید اس کے پیچھے کچھ عوامل کارفرما ہیں۔ خاص طور پر اس زمانے میں مؤمن ہونے کے ناطے ہمیں یہ خطرہ رہتا ہے۔

اول۔ ماحول و تربیت کے اثرات

آبا و اجداد، خاندان اور جس ماحول میں ہم پروان چڑھتے ہیں، سب صحیح اسلامی اقدار او ر آ گاہی کی مطلوبہ سطح کے حامل نہیں ہیں۔ ہمارے معاشرے کے اکثر خاندان صحیح تربیت کے اسلوب سے آشنا ہیں اور نہ ہی اولاد کی تربیت کے حوالے سے اسلامی طریقوں اور تعلیمات سے آ گاہ ہیں۔ ہمارا خاندان جس ثقافت کا حامل ہے اوروہ اسے ہمارے ذہنوں میں نقش کرنا چاہتا ہے، پاکیزہ اور خالص نہیں ہے، بلکہ اوہام، خرافات اور جھوٹی باتوں پر مشتمل ہے۔ جن کے سائے میں ہم نشو ونما پاتے ہیں، ان کا لین دین اور اخلاق سو فیصد اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے، بلکہ غلطیوں اور انحرافات کا حامل ہے۔

انسان جب ان حالات میں پروان چڑھتا ہے تو وہ اگر اپنے نفس کی اصلاح میں کامیاب اور اپنی زندگی میں صراط مستقیم پر گامزن ہو بھی جائے تب بھی غلط تربیت کے بعض اثرات نفس میں باقی رہ جاتے ہیں جو اسے انحراف اور ضلالت کے دوزخ میں لے جانے کے لیے کافی ہیں۔

دوم۔ راہ تدین کی مشکلات

جس مادی دور اور فاسد ماحول میں ہم لوگ زندگی گزار رہے ہیں، اس میں ایک مؤمن کے لیے اسلامی اقدار کا امین اور دینی اصولوں کا پابند رہنا، اس کی زندگی میں مشکلات، سخت دباؤ اور سختیوں کا سرچشمہ ہے۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، جو صادق و امین ہیں، فرمایا:

یاتی علی الناس زمان الصابر منهم علی دینه،
القابض علی الجمر ۔ (۱)

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں دین پر عمل پیرا ہونا اتنا ہی مشکل ہو گا جتنا ایک انسان کے لیے ہتھیلی پر انگارے کو سنبھالنا۔

ایک مؤمن انسان کے لیے ظالموں، جابروں، معاشرے کے بعض برے لوگوں حتیٰ کہ اپنے اہل وعیال اور خاندانی امور کی طرف سے یہ مشکلات اور دباؤ وجود میں آتے ہیں اور اس غلط ماحول کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے اسے ان مشکلات کو قبول کرنا پڑتا ہے جو نفسانی طور پر تنگی اور سخت دباؤ کا سبب بنتی ہیں اور یہ آخرکار پسپائی، شکست، بدخلقی اور نفسیاتی الجھنوں کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

(ا) الامالی للطوسی ص ٤٨٤ ۔ المجلس السابع عشر من روایات ....۔

سوم۔ خراب ماحول کے اثرات

آیئے دیکھتے ہیں کہ ہم کس قسم کے ماحول میں زندگی گزارتے ہیں اور کس قسم کی فضا میں سانس لے رہے ہیں؟ انسان جس ماحول میں زندگی گزارتا ہے، غالباً اسی ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر وہ گندگی اور آلودگی سے پاک ماحول میں زندگی بسر کرتا ہے تو اس کا نفس بھی آلودگی سے پاک وصاف ہوتا ہے، لیکن اگر ماحول فاسد اور منحرف ہو تو یہ خود اس کی خرابی اور آلودگی کا باعث ہوتا ہے۔

سماجی رہن سہن کے طور طریقے، حاکم اقدار، رائج کلچر اور ذرائع ابلاغ سب کے سب ماحول کی وہ اکائیاں ہیں جن سے انسان متاثر ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے معاشرے میں بہت سی خرابیاں اور آلودگیاں انہی اکائیوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر انسان بیدار اور ہوشیار نہ ہو اور حفاظتی وسائل درست اور فعال نہ ہوں تو ہم میں سے بعض لوگ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

چہارم۔ شیطان کا کردار

اس زمانے میں کسی کا مؤمن ہونا شیطان کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے اور اگر وہ مؤمن ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی ہدایت و ارشاد کا فریضہ نبھانے والا اور شیطان کے منصوبوں کو خاک میں ملانے والا ہو تو یقیناً یہ شیطان کے لیے بہت بڑا چیلنج ہو گا۔

بے شک بامقصد و باہدف مؤمن شیطان کے لیے سب سے اہم محاذ ہوتا ہے۔ شیطان کی تمام تر کوششیں اور توجہ اسی کی طرف مبذول ہوتی ہیں اور اس مؤمن کی معمولی اور ایک آن کی غفلت شیطان کے لیے غنیمت ثابت

ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک روزن اور گناہ صغیرہ کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو، یہ انسان کی زندگی میں داخل ہوجاتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

و الذی نفس محمد بیده لعالم واحد اشد علی ابلیس من الف عابد ۔ لان العابد لنفسه و العالم لغیره۔ (۱)

قسم ہے اس کی جس کے قبضہٗ قدرت میں محمد (ص) کی جان ہے، شیطان کے لیے عالم ایک ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ عابد کا مقصود اپنی ذات ہوتی ہے، جبکہ عالم کا مقصد دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔

اس کی وجہ واضح ہے۔ کیونکہ ہزار عابد بھی ذہانت اور دینی معرفت کے حامل نہیں ہوتے، اسی لیے شیطان کے لیے انہیں گمراہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور دوسری طرف دوسروں کے لیے ان کی اہمیت، ان کا اثر اور کردار محدود ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا مشن اور مقصد خود ان کی اپنی ذات سے بڑھ کر نہیں ہے۔ جبکہ دینی علم و معرفت کے حامل اور دین کے مختلف ابعاد سے مکمل آگاہی رکھنے والے مؤمن کو گمراہ کرنا شیطان کے لیے نہایت مشکل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ محاذ دوسروں کو اپنی طرف جذب اور متاثر کرنے کے لحاظ سے وسیع ہے۔ اسی لیے شیطان اپنی پوری کوشش اور مکمل توجہ اس اہم محاذ کی طرف مرکوز رکھتا ہے۔ اس محاذ کو باہدف مکتبی مؤمن سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی طرف سے ایسے فرامین نقل ہوئے ہیں، جن

---

(۱) میزان الحکمۃ ٦: ۴٦۱

میں ہمیں غفلت اور سستی برتنے سے متنبہ کیا گیا ہے اور ہمیشہ بیدار اور ہوشیار رہنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

من غفل غرته الامانی و اخذته الحسرة ۔ (۱)

جس نے غفلت کی، خواہشوں نے اسے فریب دیا اور حسرت نے اسے آلیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

ان كان الشيطان عدواً فالغفلة لما ذا ؟ (۲)

اگر شیطان دشمن ہے تو پھر سستی اور غفلت کیوں؟!

شیطانی سازشوں سے ہوشیار

اس حوالے سے ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ جب شیطان مؤمن کو راہ حق سے منحرف یا گمراہ کرتا ہے تو وہ یہ کام واضح اور کھلے گناہوں کے ذریعے انجام نہیں دیتا۔ مثلاً شراب پینے یا فعل بد انجام دینے یا ترک نماز کے لیے قائل کرنا، کیونکہ یہ کھلی معصیت ہیں اورایک دین کے پابند مؤمن کی ساتھ ایسا کرنے میں اسے ہرگز کامیابی حاصل نہیں ہو گی۔ پس وہ ایک ایسا مناسب منصوبہ تیار کرتا ہے جس میں مؤمن پر غفلت کے وقت جال پھینکنا آسان ہو۔ امیرالمومنین (ع) نے کمیل ابن زیاد کے لیے کی جانے والی وصیت میں فرمایا:

ان لهم (ای الشياطين) خدعاً و شقاشق و

---

(۱) خصال ۱: ۲۳۱۔ الاشیاء التی کل واحدمنها ....۔

(۲) الامالی للصدوق ص ۷۔ المجلس الثانی

زخارف و وساوس و خيلاء على كل احد قدر
منزلته في الطاعة و المعصية فبحسب ذلك
يستولون عليه بالغلبة ۔ (۱)

اے کمیل! ہر شخص کی اطاعت اور معصیت کے لحاظ سے
ان شیاطین نے فریب، دھوکے، دل کو لبھانے والی
آوازوں، خود پسندیوں اور وسوسوں کے خوشنما جال پھیلا
رکھے ہیں اور وہ انہیں ان کے مناسب حال پھندوں
میں پھانس کر ان پر غلبہ پا لیتے ہیں۔

تو پھر شیطان کس راستے سے آتا ہے؟ بے شک وہ مومن کے دین کے راستے سے آتا ہے۔ وہ ایک سازش کرتا ہے اور اس پر دین کی چھاپ لگا دیتا ہے۔ ایک پھندا تیار کرتا ہے جس پر عبادت و اطاعت کا مظہر عیاں ہوتا ہے اور جب مؤمن تھوڑی دیر کے لیے غافل ہوتا ہے، اسی لمحے وہ شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے!!

اور اسی بات سے قرآن کریم نے ہمیں ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے:

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ۔(۲)

حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ۔

اور امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

فلو ان الباطل خلص من مزاج الحق لم يخف
على المرتادين و لو ان الحق خلص من لبس
الباطل انقطعت عنه السن المعاندين و لكن
يؤخذ من هذا ضغث و من هذا ضغث

---

(۱) بحار الانوار ۷۴ : ۲۷۱ ۔باب ۱۱ ۔ وصيته ع لكميل بن زياد النخعي۔ (۲) ۲ بقرۃ : ۴۲

فیـمـزجان فهنا لك یستولی الشیطان علی اولیا
ئـه و ینـجـو الـذیـن سبـقــت لهـم مـن اللّٰـه
الحسنیٰ۔(۱)

اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا تو وہ ڈھونڈنے
والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق باطل کے شائبہ سے
پاک و صاف سامنے آتا تو عناد رکھنے والی زبانیں بھی
بند ہو جاتیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ ادھر سے لیا جاتا
ہے اور کچھ ادھر سے اور دونوں کو آپس میں خلط ملط کر
دیا جاتا ہے، اس موقع پر شیطان اپنے دوستوں پر چھا
جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں جن کے
لیے توفیق الٰہی اور عنایت خداوندی پہلے سے موجود ہو۔

اور اسی قبیل سے ہے کہ شیطان بعض مؤمنوں کے نفوس میں بعض دینی مسائل کی اہمیت اس قدر بڑھاتا اور دکھاتا ہے کہ دیگر تمام دینی امور اس پر قربان کر دیئے جاتے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام اپنی دعا میں فرماتے ہیں۔

فـلـو لا ان الشیـطـان یختدعهم عن طاعتك ما
عـصـاك عـاص و لو لا انه صور لهم الباطل فی
مثال الحق ما ضل عن طریقك ضال (۲)

اگر شیطان انہیں تیری عبادت سے نہ بہکاتا تو پھر کوئی
شخص تیری نافرمانی نہ کرتا اور اگر باطل کو حق کے لباس
میں ان کے سامنے پیش نہ کرتا تو تیرے راستہ سے کوئی

---

(۱) نهج البلاغة، الخطبة :۵۰ (۲) الصحیفة السجادیة۔ دعا:۳۷

گمراہ نہ ہوتا۔

مثلاً عبادت، نماز کی طرف پوری توجہ اور دعا کے نام پر جہاد فی سبیل اللہ کو ان کا جائز مقام نہیں دیتا اور تقیہ کا سہارا لے کر مؤمن باطل کے آگے سر تسلیم خم رکھنے اور ہتھیار ڈالنے کو اپنی زندگی کا حصہ بناتا ہے۔

کسی مجتہد کی تقلید اور پیروی کا عذر پیش کرتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیتا ہے۔

تکمیل ذات اور اصلاح نفس کے لیے فراغت کی ضرورت کے بہانے راہ خدا میں کام اور فعالیت سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔

عام طور پر انہی جیسے موارد میں بعض مؤمنین غفلت اور عدم توجہ کی بنا پر شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

ثابت قدمی کی ضمانتیں

انحراف اور گمراہی کے خطرات سے بچنے کے لیے مومن کن ضمانتوں کا سہارا لے سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ ضمانتیں مزید آگہی، بیداری اور جہاد بالنفس سے عبارت ہیں۔ اس حوالے سے کامیابی کے لیے ائمہ اطہار (ع) اور ان کے جد امجد رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنے اوران کی روشنی میں چلنے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ تعلیمات انسانی نفس کی گہرائی میں نفوذ کر کے فاسد ماحول اور غلط تربیت کے برے اثرات پر روشنی ڈالتی ہیں۔ یہ تعلیمات انسان کے اپنے آپ پر بھروسہ کرنے، معنوی بلندی تک پہنچنے اور انحرافات و مفاسد سے مقابلے کی صلاحیت پیدا کرتی ہیں۔

یہ تعلیمات انسان کو کائنات اور زندگی کے حقائق سے روشناس کراتی ہیں۔ انسان کو عمیق اور مؤثر بصیرت کے ساتھ اپنے ماحول پر نظر رکھنے کا اہل بنا دیتی ہیں۔

انسان کو وہ عظیم روحانی قوت و قدرت عطا کرتی ہیں کہ جس کی وجہ سے حقیقی مومن اپنی راہ میں پیش آنے والی تمام مشکلات، بحرانوں اور دباؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے وسعت قلب، قلبی اطمینان اور رضا و رغبت کے ساتھ گزر جاتا ہے۔

یہ وہ عظیم تعلیمات ہیں جو انمول ہیں۔ ان تعلیمات کو ائمہ علیہم السلام نے بشریت کے لیے پیش کیا ہے۔ انہوں نے زندگی کو حقیقی معنوں میں مکمل طور پر درک کیا اور انسانوں کے لیے استقامت اور کامیابی کے راستے کھول دیئے۔

تمام تر مشکلات اور سختیوں کے باوجود ثابت قدم رہنے کی بہترین مثالیں قائم کی ہیں۔

بے شک یہ سچے اور مخلص ائمہ (ع) کے دل کی گہرائیوں سے صادر ہونے والی سچی تعلیمات ہیں تا کہ یہ ہر مخلص او ر سچے انسان کے دل میں گھر کر جائیں ۔

پس ہر مومن ان تعلیمات کا بہت زیادہ محتاج ہے تا کہ وہ زندگی اور زندگی کے مسائل کو انہی تعلیمات کی روشنی میں دیکھے، ثبات اور کامیابی کی راہوں کو روشن کرے۔

اب ہم ان عظیم اور خوبصورت تعلیمات کے بعض نمونوں پر غور وفکر کرتے ہیں۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات

ابوذر غفاریؓ کے لیے ایک عظیم اور ہمہ گیر وصیت کی، جس کے ضمن میں آپ (ص) نے فرمایا:

یـا ابـا ذر! احـفظ ما اوصيك به تكن سعيداً فى الدنيا و الآخرة۔

يـا ابا ذر! اغتنم خمساً قبل خمس: شبابك قبل هـرمك، و صـحتك قبـل سـقمك، و غناك قبل فـقـرك، و فـراغك قبـل شـغلك، و حياتك قبل موتك۔

يا ابا ذر! اياك و التسويف بأملك، فانك بيومك و لسـت بـمـا بـعـده، فان يك غد لك فكن فى الـغد كما كنت فى اليوم، و ان لم يكن غد لك لم تندم على ما فرطت فى اليوم ۔

يـا ابـا ذر! كـم من مستقبل يوماً لا يستكمله و منتظر غداً لا يبلغه۔

يـا ابـا ذر! كـن عـلـى عـمرك أشح منك على

درهمك دينارك۔
يـا أبـا ذر! مـن ابتـغى العلم ليخدع به الناس لم يجد ريح الجنة۔
يـا ابـا ذر! يطلع قوم من أهل الجنة على قوم من أهـل الـنـار فيـقـولـون: ما أدخلكم النار؟ و قد دخلنا الجنة بتأديبكم و تعليمكم !! فيقولون إنا كنا نأمر بالخير و لا نفعله۔
يـا أبـا ذر! الـمتـقـون سـادة، و الفقهاء قادة، و مـجـالستهم الزيادة، ان المؤمن ليرى ذنبه كأنه صـخـرة يخاف أن تقع عليه، و إن الكافر يرى ذنبه كأنه ذباب مر على أنفه۔
يـا ابـا ذر! إن الـلّٰـه تبـارك و تعالىٰ إذا أراد بعبد خيـراً جـعل ذنوبه بين عينيه ممثلة، و الإثم عليه ثقيلاً و بيلاً ، و إذا أراد بعبدٍ شراً أنساه ذنوبه۔
يا ابا ذر! لا تنظر إلى صغر الخطيئة، و لكن انظر إلى من عصيته۔ (١)

اے ابوذر! جو کچھ میں بتاتا ہوں اسے حفظ کر لو تو دنیا و آخرت میں سعادت مند بن جاؤ گے۔
اے ابوذر! پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزیں غنیمت سمجھو:
۱۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے ،
۲۔صحت کو بیماری سے پہلے،

(١) بحار الانوار۷۴ : ۸۷۔۹۱

۳۔ تونگری کو ناداری سے پہلے،

۴۔ فرصت کو مصروفیت سے پہلے،

اور

۵۔ زندگی کو موت سے پہلے۔

اے ابوذر! امیدیں باندھ کر بے کار مت رہو۔ تمہارے پاس آج ہی کا دن ہے۔ بعد کا دن تمہارے پاس نہیں اور اگر تمہارے لیے کوئی کل ہے تو کل بھی اسی طرح عمل کرو جس طرح آج عمل کرو گے اور اگر تمہارے پاس کوئی کل نہیں ہے تو آج کی سختی پر پشیمان نہیں ہو گے۔

اے ابوذر! کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو آنے والے دن کا مکمل انتظار نہ کر سکے اور کتنے ہی ایسے لوگ کل کے منتظر رہے، مگر اس تک وہ نہ پہنچ سکے۔

اے ابوذر! اپنی عمر کے بارے میں درہم و دینار سے زیادہ بخل کرو۔

اے ابوذر! جو شخص دوسروں کو فریب دینے کے لیے علم حاصل کرتا ہے، اسے جنت کی خوشبو تک نصیب نہیں ہو گی۔

اے ابوذر! اہل جنت میں سے کچھ لوگ اہل جہنم کی طرف نگاہ کریں گے اور پوچھیں گے: تمہیں جہنم میں کیوں داخل کیا گیا؟ اور ہمیں تو تمہاری تعلیم و تربیت کے نتیجے میں جنت ملی ہے۔ وہ (جہنمی) جواب دیں گے: ہم نیک کاموں کا حکم دیتے تھے مگر خود عمل نہیں

کرتے تھے۔

اے ابوذر! پرہیزگار لوگ سردار ہیں اور فقہاء راہنما۔ ان کی معیت نیکی میں اضافے کا باعث ہے۔ بے شک مومن گناہ کو ایسی بڑی چٹان کی مانند سمجھتا ہے جو اس کے سر پر گرنے ہی والی ہے اور کافر اپنے گناہ کو ناک پر سے اڑنے والی مکھی کی مانند خیال کرتا ہے۔

اے ابوذر! اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے جب نیکی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے گناہوں کو مجسم کر دیتا ہے، اس کے لیے گناہ نہایت ہی گراں اور وبال جان ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ نیکی کا ارادہ نہیں فرماتا تو اس کے دل سے گناہوں کو بھلا دیتا ہے۔

اے ابوذر! گناہوں کے معمولی یا صغیرہ ہونے کو نہیں، بلکہ یہ دیکھو کہ کس کی معصیت کر رہے ہو۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کی تعلیمات

امیر المؤمنین علیہ السلام نے کمیل بن زیادؒ کے لیے ایک ہمہ گیر وصیت فرمائی، جس میں درج ذیل نکات بیان ہوئے۔

یا کمیل! ان رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه و آله و سلم) أدبه اللّٰه ، و هو (صلی الله علیه و آله و سلم)أدبنی، و أنا أؤدب المؤمنین ۔

یا کمیل! ما من حرکة إلا و أنت محتاج فیها إلی معرفة۔

یا کمیل! لا تردن سائلاً و لو من شطر حبة عنب أو شق تمرة، فإن الصدقة تنمو عند اللّٰه۔

یا کمیل! لا بأس بأن لا یُعلم سرك۔

یا کمیل! المؤمن مرآة المؤمن، لأنه یتأمله و یسد فاقته و یجمل حالته۔

یا کمیل! إذا وسوس الشیطان فی صدرك، فقل:أعوذ باللّٰه القوی من الشیطان الغوی، و أعوذ بإله الناس من شرّ الجِنّة و الناس، تکفی

مـؤنة إبـليس و الشياطين معه، و لو أنهم كلهم أبالسة مثله۔

يــا كـميـل! إن لهـم (أى الشيـاطين) خدعـاً و شـقـاشـق و زخـارف و وساوس و خيلاء على كـل أحـد قَـدْر مـنـزلته فى الطاعة و المعصية، فيحسب ذلك يستولون عليه بالغلة۔

يـا كـميل! لا عدو أعدى منهم، و لا ضار أضرّ بك منهم، أمنيتهم أن تكون معهم غداً إذا جثوا فى العذاب۔

يـا كـميـل! ليـس الشـأن أن تصلى و تصوم و تتصدق، الشأن أن تكون الصلاة بتقلب نقى، و عمل عند اللّٰه مرضى، و خشوع سوى، و إبقاء للجد فيها۔ (۱)

اے کمیل! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ادب سکھایا اور آں حضور صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ادب سکھایا اور میں مؤمنین کو ادب کی تعلیم دیتا ہوں۔

اے کمیل ! کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس کے لیے تم معرفت کے محتاج نہ ہو۔

اے کمیل! تم ہرگز کسی سائل کو مت لوٹاؤ، چاہے انگور یا کھجور کے دانے کا ایک حصہ ہی دے دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدقہ بڑھتا جاتا ہے۔

---

(۱) تحف العقول : ص ۱۷۱۔

اے کمیل! کوئی مضائقہ نہیں کہ تیرے راز کا علم نہ ہو۔
اے کمیل! مؤمن، مؤمن کا آئینہ ہے، کیونکہ وہ اس کے بارے میں سوچتا، اس کی بھوک اور فاقہ کشی دور کرتا اور اس کی حالت میں بہتری لاتا ہے۔
اے کمیل! جب شیطان تیرے دل میں وسوسہ ڈالے تو کہہ دیا کر! میں قدرت والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں گمراہ کن شیطان کے شر سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے معبود کی جنات اور لوگوں کی شر سے۔ ابلیس اور شیاطین کے شر کو روکنے کے لیے یہی کافی ہے۔ اگرچہ وہ سب ایک جیسے ابلیس ہیں۔
اے کمیل! ہر شخص کی اطاعت اور معصیت کے لحاظ سے ان شیاطین نے فریب، دھوکے، دل کو لبھانے والی آوازوں، خود پسندیوں اور وسوسوں کے خوشنما جال پھیلا رکھے ہیں اور وہ انہیں ان کے مناسب حال پھندوں میں پھانس کر ان پر غلبہ پا لیتے ہیں۔
اے کمیل! ان سے بڑھ کر تمہارے لیے کوئی دشمن اور ضرر رساں نہیں ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کل تمہیں بھی ان کے ساتھ عذاب میں ڈالا جائے۔
اے کمیل! اہم یہ نہیں ہے کہ تم نماز پڑھو، روزہ رکھو اور صدقہ دو، بلکہ اہم یہ ہے کہ قلبی طہارت کے ساتھ نماز پڑھو، اللہ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ عمل کرو، مکمل خشوع اختیار کرو اور ان پر قائم و دائم رہنے کیلیے جد و جہد کرو۔

امام حسن بن علی علیہما السلام کی تعلیمات

آپ (ع) **کے مرض الموت میں** جنادة بن ابی امیه **نے عرض کی:**
یا بن رسول اللہ (ص) **مجھے نصیحت فرمایئے۔ آپ** (ع) **نے فرمایا:**

نعم! استعد لسفرك، و حصِّل زادك قبل حلول أجلك، و اعلم أنك تطلب الدنيا و الموت يطلبك، و لا تحمل هَمَّ يومك الذى لم يأتِ على يومك الذى أنت فيه۔

و اعلم! أن الدنيا فى حلالها حساب، و فى حرامها عقاب، و فى الشبهات عتاب، فأنزل الدنيا بمنزلة الميتة خذ منها ما يكفيك، فإن كان حلالاً كنت قد زهدت فيه، و إن كان حراماً لم يكن فيه وزر فأخذت منه كما أخذت من الميتة، و إن كان العتاب فالعتاب يسير۔

و اعمل! لدنياك كأنك تعيش أبداً، و اعمل لآخرتك كأنك تموت غداً۔

و إذا أردت عـزّاً بـلا عشيرة، و هيبة بلا سلطان فاخرج من ذلّ معصية اللّٰه إلى عزّ و جلّ۔ (۱)

بہت اچھا! اپنے سفر کی تیاری کرلو۔ موت آنے سے پہلے زاد راہ حاصل کرلو اور جان لو کہ تم دنیا کے طالب ہو اور موت تمہاری طالب ہے۔ آج کے دن پر اس دن کی فکر کا بار نہ لادو جو ابھی آیا نہیں ۔

اور جان لو! دنیا کی حلال چیزوں میں حساب اور حرام میں عقاب اور شبہات میں عتاب ہے۔ پس دنیا کو ایک مردار سمجھو اور اس سے اتنا لے لو جتنا تمہارے لیے کافی ہو۔ اگر یہ مال حلال ہے تو تم نے زہد اختیار کیا اور اگر حرام ہے تو اس میں کوئی گناہ و معصیت نہیں، کیونکہ تم نے اتنا ہی لیا ہے جتنا ایک مردار سے (بقدر ضرورت) لیا جاتا ہے اور اگر کوئی سرزنش ہے بھی تو تھوڑی سی ۔

اپنی دنیا کے لیے اس طرح کام کرو کہ جیسے تم نے ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اس طرح کام کرو کہ جیسے تمہیں کل ہی مرنا ہے ۔

اور اگر تم نے برادری کے بغیر عزت کی زندگی گزارنی اور بادشاہی کے بغیر رعب اور دبدبے کے ساتھ رہنا ہو تو اللہ کی معصیت کی ذلت اور پستی سے نکل کر اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی عزت و تکریم میں داخل ہو جاؤ۔

---

(۱) قادتنا کیف نعرفهم ۵: ۳۲۵۔۳۲۶ ۔ کفایة الاثر ۱: ۲۲۶ باب جاء عن الحسنؑ ما یوافق هذه

امام محمد باقر علیہ السلام کی تعلیمات

آپ (ع) نے اپنے خاص شاگرد جابر بن یزید الجعفیؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

اوصيك بخمس: ان ظلمت فلا تظلم و إن خانوك فلا تخن، و إن كذِّبتَ فلا تغضب، و إن مُدحت فلا تفرح، و إن ذُممت فلا تجزع، و فكر فيما قيل فيك، فإن عرفت فى نفسك ما قيل فيك، فسقوطك من عين اللّٰه جلّ و عزّ عند غضبك من الحق أعظم عليك مصيبة مما خفت من سقوطك من أعين الناس، و إن كنت على خلاف ما قيل فيك، فثواب اكتسبته من غير أن يتعب بدنك۔

و اعلم! بأنك لا تكون لنا ولياً حتى لو اجتمع عليك أهل مصرك، و قالوا: إنك رجل سوء لم يحزنك ذلك، و قالوا: إنك رجل صالح لم يسرك ذلك، و لكن اعرض نفسك على كتاب

اللّٰه فإن كنت سالكاً سبيله، راهداً فى تزهيده، راغباً فى ترغيبه، خائفاً من تخويفه، فاثبت و أبشر، فإنه لا يضرك ما قيل فيك ـ و إن كنت مبائناً للقرآن فما ذا الذى يغرك من نفسك؟!

إن المؤمن معنىٌّ بمجاهدة نفسه ليغلبها على هواها، فمرة يقيم أودها (عوجها) و يخالف هواها فى محبة اللّٰه و مرة تصرعه نفسه فيتبع هواها، فينعشه اللّٰه فينتعش، و يقيل اللّٰه عثرته، فيتذكر و يفزع إلى التوبة و المخافة، فيزداد بصيرة و معرفة لما زيد فيه من الخوف، و ذلك بأن اللّٰه يقول: " اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ ـ(۱) " (۲)

میں تمہیں پانچ چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: اگر تم پر ظلم کیا جائے تو تم ظلم نہ کرو، اگر کوئی تمہارے ساتھ خیانت کرے تو تم خیانت نہ کرو، اگر تمہیں جھٹلایا جائے تو غضبناک مت ہو، اگر تمہاری مدح سرائی کی جائے تو خوش نہ ہو، اگر تمہاری مذمت کی جائے تو مت گھبراؤ۔ جو کچھ تمہارے بارے میں کہا جائے اس پر غور وفکر کرو۔ جو کچھ کہا گیا ہے، اگر معلوم ہو جائے کہ وہ تمہارے نفس میں ہے تو حق بات پر غضبناک ہونے کی وجہ سے اللہ

---

(۱) ۷ اعراف: ۲۰۱ (۲) تحف العقول ص ۲۸۴۔

تعالیٰ کی نظروں سے گرنا لوگوں کی نظروں سے گرنے کے خوف سے زیادہ بڑی مصیبت ہے اور اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ جو کچھ تمہارے بارے میں کہا گیا ہے وہ تم میں نہیں ہے تو اپنے جسم کو تھکائے بغیر تم نے ثواب کما لیا.

اور جان لو! تم ہمارے چاہنے والوں میں شامل نہیں ہو سکتے جب تک تمہارے شہر والے تمہارے خلاف اکٹھے ہو کر یہ نہ کہیں کہ تم ایک برے انسان ہو تو تمہیں کوئی غم نہ ہو اور اگر وہ کہیں کہ تم ایک صالح انسان ہو تو تمہیں کوئی خوشی نہ ہو۔ لیکن اپنے آپ کو اللہ کی کتاب کے سامنے پیش کرو، اگر تم قرآنی راہ کے سالک ہو، قرآن کی ترغیب سے رغبت پانے والے ہو اور قرآن کے ڈرانے سے ڈرنے والے ہو تو اس پر ثابت قدم رہو اور میں خوشخبری دیتا ہوں، جو کچھ تمہارے بارے میں کہا جاتا ہے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ لیکن اگر تم قرآنی تعلیمات کے مخالف ہو تو کون سی چیز ہے جو تمہیں فریب دیتی ہے تمہارے نفس کے سوا!

بے شک مؤمن کا مقصود نفس کے خلاف جہاد ہے تا کہ خواہشات پر غالب آئے۔ پس کبھی وہ نفس کی کجی کو سیدھا کرتا ہے اور اللہ کی محبت میں خواہشات کی مخالفت کرتا ہے اور کبھی نفس اس پر غالب آتا ہے تو وہ خواہشات کا تابع بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ لغزشوں کے بعد اسے ہدایت دیتا ہے تو وہ ہدایت پاتا ہے اور اللہ

تعالیٰ اس کی لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے۔ پس غفلت سے بیدار ہو جاؤ، توبہ اور خوف خدا کی پناہ میں آؤ۔ جتنا خوف خدا ہو گا اتنی ہی معرفت اور بصیرت میں اضافہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" بے شک جو لوگ اہل تقویٰ ہیں انہیں جب کبھی شیطان کی طرف سے کسی خطرے کا احساس ہوتا ہے تو وہ چوکنے ہو جاتے ہیں اور انہیں اسی وقت سوجھ آ جاتی ہے.

امام جعفر صادق علیہ السلام کی تعلیمات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے خاص صحابی عبد اللّٰہ بن جندب البجلی الکوفی کے لیے وصیت فرماتے ہوئے اہم مسائل اور حقائق کا ذکر فرمایا ہے۔ ہم یہاں اسی وصیت کے چند اہم حصوں کا ذکر کریں گے۔

یا ابن جندب! حق علی کل مسلم أن یعرض عمله فی کل یوم و لیلة علی نفسه فیکون محاسب نفسه، فإن رأی حسنة استزاد منها، و إن رأی سیئة استغفر منها لئلایخزی یوم القیامة، طوبی لعبد طلب الآخرة و سعی لها، طوبی لمن لم تلهه الأمانی الکاذبة۔

ثم قال (علیه السلام) : رحم اللّٰه قومًا کانوا سراجاً و مناراً ۔ کانوا دعاة بأعمالهم و مجهود طاقتهم ... ۔

یا ابن جندب! إنما المؤمنین الذین یخافون اللّٰه و یشفقون أن یسلبوا ما أعطوا من الهدی، فإذا

ذكروا اللّه و نعماءه و جلوا و أشفقوا، و إذا تليت عليهم آياته زادتهم إيماناً مما أظهره من نفاذ قدرته، و على ربهم يتوكلون ... ـ

يا ابن حندب! يهلك المتكل على عمله ـ و لا ينجو المجترئ على الذنوب، الواثق برحمة اللّه ـ

قلت : فمن ينجو؟

قال: الذين هم بين الرجا و الخوف، كان قلوبهم فى مخلب طائر شوقاً إلى الثواب و خوفاً من العذاب ـ

يا ابن جندمب! من سرَّه أن يزوجه اللّه الحور العين، و يتّوجه بالنور، فليدخل على أخيه المؤمن السرور ـ

يا ابن جندمب! أقلّ النوم بالليل و الكلام بالنهار ـ فما فى الجسد شىء أقل شكراً من العين و اللسان، فإن أم سليمان قالت لسليمان (عليه السلام): يا بنى إياك و النوم فإنه يفقرك يوم تحتاج الناس إإلى أعمالهم ـ

يا ابن جندب! إن للشيطان مصائد يصطاد بها فتحاموا شباكه و مصائده ....ـ

يا ابن جندب! من أصبح مهموماً لسوى فكاك رقبته فقد هون عليه الجليل و رغب من ربه فى

الـريح الحقيرـ و من غشّ أخاه و حقره و ناوأه جـعـل الـلـه مـأواه، و مـن جسـد مؤمناً انماث الإيمان فى قلبه كما ينماث الملح فى الماءـ

يـا ابـن جـنـدب! الـمـاشـى فـى حـاجة أخيـه كالساعى بين الصفا و المروة، و قاضى حاجته كـالـمتشـحـط بـدمـه فى سبيل اللّٰه يوم بدر و احـد، و مـا عـذب الـلّٰـه أما إلا عند استهانتهم بحقوق فقراء إخوانهم ... ـ

يـا ابـن جـنـدب! كـل الـدنوب مغفورة سوى عـقـوق أهـل دعـوتك، و كل البر مقبول إلا ما كان رئاءً ... ـ

يـا ابن جندب! إن أحببت أن تجاور الخليل فى داره و تسكن الفردوس فى جواره فلتهن عليك الـدنيـا، و لا تـدخر شيئاً لغدـ و اعلم أن لك ما قدمت و عليك ما أخرت ....ـ

صبِّـر نـفسك عـنـد كـل بلية فى ولد أو مال أو رزيةـ فـإنـمـا يـقـبـض عاريته و يأخذ هبته ليبلو فيها صبرك و شكركـ

وارج اللّٰه رجاءً لا يجرّيك على معصيته، و خفه خوفاً لا يؤَيِّسك من رحمتهـ

و لا تـغتـر بـقول الجاهل و لا بمدحه فتتكبَّر و تتـجبَّـر و تـعـجـب بـعملك، فإن أفضل العمل

العبادة و التواضع ... ـ

يـا ابـن جـنـدب! لا تتـصـدق على أعين الناس ليـزكـوك، فـإنك إن فعلت ذلك فقد استوفيت أجـوك، و لـكـن إذا أعـطيت بيمينك فلا تطلع عـليهـا شـمـالك، فـإن الذى تتصدق لـه سراً يـجـزيك عـلانية على رؤوس الآشهاد فى اليوم الـذى لا يضـرك أن لا يـطـلـع الـنـاس على صدقتك... ـ

يـا ابـن جـنـدب! الخير كله أمامك، و إن الشرّ كـلـه أمـامك و لـن تـرى الـخير و الشر إلا بعد الآخرة، لأن الـلّه جلّ و عزّ جعل الخير كله فى الـجـنة و الشـرّ كله فى النار، لأنهما الباقيان، و الـواجـب عـلى من وهب اللّه له الهدى أكرمه بـالإيـمـان، و ألهـمـه رشـده و ركب فيه عقلاً يتـعـرف بـه نعمه، و آتاه علماً و حكماً يدبر به أمـر ديـنـه و دنيـاه، أن يـوجب على نفسـه أن يشـكـر الـلّـه و لا يـكـفره، و أن يذكر اللّه و لا ينساه، و أن يطيع اللّه و لا يعصيه ... ـ

أمـا أنـه لـو وقـعـت الواقعة، و قامت القيامة، و جـاء ت الـطـامة، و نـصـب الجبـار الموازين لـفـصل القضاء، و برز الخلائق ليوم الحساب، أيقنت عند ذلك لمن تكون الرفعة و الكرامة، و

بمن تحلُّ الحسرة و الندامة، فاعمل اليوم فى الدنيا بما ترجو به الفوز فى الآخرة۔

يا ابن جندب! قال اللّٰه جلّ و عزّ فى بعض ما أوحى: " إنما أقبل الصّلاة ممن يتواضع لعظمتى، و يكف نفسه عن الشهوات من أجلى، و يقطع نهاره بذكرى و لا يتعظم على خلقى، و يطعم الجائع، و يكسو العارى، و يرحم المصاب، و يؤوى الغريب، فذلك يشرق نوره مثل الشمس أجعل له فى الظلمة نوراً، و فى الجهالة حلماً، أكلأه بعزتى و أستحفظه ملائكتى، يدعونى فألبيه، و يسألنى فأعطيه، فمثل ذلك العبد كمثل جنات الفردوس لا يسبق أثمارها، و لا تتغير عن حالها ..." (۱)

اے ابن جندب! ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شب و روز کے اعمال کا جائزہ لے تاکہ اپنے اعمال کا محاسب خود ہو۔ اگر ان میں نیکی نظر آئے تو اس میں اضافے کا طالب ہو اور اگر برائی دیکھے تو طلب مغفرت کرے، تاکہ قیامت کے دن شرمندگی اور فضیحت کا سامنا نہ ہو۔خوشا نصیب اس کے جس نے آخرت کو طلب کیا اور اسی کی کوشش میں لگ گیا۔ خوشا نصیب اس کے جسے جھوٹی امیدوں نے مشغول نہیں رکھا۔

---

(۱) تحف العقول ص ۳۰۱ تا ۳۰۵ ۔ حق کل مسلم کے بعد ''یعرفنا " کے اضافے کے ساتھ۔

اس کے بعد فرمایا:
خدا رحمت کرے اس قوم پر جو روشنی کا مینار تھی، جو اپنے اعمال کے ذریعے دعوت و تبلیغ میں اپنی طاقتیں صرف کرتی تھی۔
اے ابن جندب! مومن وہ ہیں جو خوف خدا رکھتے ہیں اور جو ہدایت انہیں ملی ہے اس کے چھن جانے کا خوف انہیں لگا رہتا ہے اور جب خدا اور خدا کی نعمتوں کو یاد کرتے ہیں تو خوف کھاتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔
اے ابن جندب! وہ ہلاک ہو گیا جس نے اپنے اعمال پر بھروسہ کیا اور معصیت پر دلیر اور اللہ کی رحمت پر مکمل وثوق رکھنے والا نجات نہیں پا سکتا۔
میں نے عرض کیا: تو پھر کون نجات پائے گا؟
فرمایا: وہ لوگ نجات پائیں گے جو امید اور خوف کے درمیان رہتے ہیں۔ گویا ان کے دل شوق ثواب اور خوف عذاب سے کسی پرندے کے پنجوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔
اے ابن جندب! جو یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ازدواج حور العین سے فرمائے اور اسے نور کا تاج پہنائے تو اسے چاہیے کہ اپنے مؤمن بھائی کا دل خوش کرے۔
اے ابن جندب! رات کو نیند اور دن کے وقت کلام مختصر

کرو۔ کیونکہ جسم میں سے سب سے کم شکر کرنے والے اعضاء آنکھیں اور زبان ہیں۔ حضرت سلیمان (ع) کی والدہ نے حضرت سلیمان (ع) سے کہا: بیٹے! زیادہ نہ سونا کیونکہ یہ تمہیں اس دن فقیر و محتاج بنائے گا جس دن لوگ اپنے اعمال کے محتاج ہوں گے۔

اے ابن جندب! شیطان کی شکارگاہیں ہوتی ہیں جن کے ذریعے وہ شکار کرتا ہے۔پس شیطان کی شکار گاہوں اور جالوں سے بچتے رہو۔

اے ابن جندب! جو شخص آخرت میں اپنی نجات کے علاوہ کسی اور چیز کے لیے مغموم ہوا تو بے شک اس نے عظیم چیز کو حقیر جانا اور ایک معمولی فائدے کی خاطر اپنے رب کی طرف راغب ہوا اور جو شخص اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کرتا ہے، اس کی تحقیر کرتا اور اسے کے ساتھ دشمنی کرتا ہے، اللہ اس کا ٹھکانا جہنم بنا دیتا ہے اور جو مومن سے حسد کرتا ہے، اس کے دل میں ایمان اس طرح ختم ہو جاتا ہے جس طرح پانی میں نمک ۔

اے ابن جندب! جو شخص مؤمن کی حاجت روائی کے لیے قدم اٹھاتا ہے، گویا وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے اور جو شخص مؤمن کی حاجت روائی کرتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو راہ خدا میں بدر و احد کے روز خود کو اپنے خون میں نہلائے۔ اللہ نے کسی امت کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا مگر جب انہوں نے اپنے فقیر و مسکین

بھائیوں کے حقوق کونظر انداز کیا۔

اے ابن جندب! سب گناہوں کے لیے بخشش ہے سوائے اہل دعوت کی مخالفت کرنے کے، ہر نیکی مقبول ہے سوائے ریا اور دکھلاوے کے طور پر انجام دی جانے والی کے۔

اے ابن جندب! اپنے محبوب کے گھر میں، جنت الفردوس میں، اس کے پہلو میں رہنا چاہتے ہوتو تمہاری نظر میں دنیا نا چیز اور حقیر ہونی چاہیے اور کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرو اور جان لو کہ جو کچھ تم نے پیش کیا ہے وہی تمہارے مفاد میں ہے اور جسے تم نے بچائے رکھا وہ تمہارے نقصان میں ہے۔

ہر آزمائش میں صبر کرو، خواہ وہ مال ہو یا اولاد یا مصیبت۔ کیونکہ عاریۃً دی ہوئی چیز کو واپس لے لیا جاتا ہے اور عطیہ واپس ہوسکتا ہے، تا کہ تمہارے صبر اور شکر کا امتحان لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے ایسی امید رکھو کہ تمہیں معصیت کی طرف نہ کھینچے اور اللہ سے ایسا خوف کھاؤ کہ اس کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہو۔

جاہلوں کی باتوں کے دھوکے میں آؤ اور نہ ہی ان کی ثناخوانی کے فریب میں کہ تم تکبر کرنا، جابر بننا شروع کر دو اور اپنا عمل تمہیں خود پسند آئے۔ بے شک بہترین عمل عبادت اور تواضع ہے۔

اے ابن جندب! لوگوں کے سامنے صدقہ اس لیے نہ

دیا کرو کہ لوگ تمھیں نیک، اچھا انسان خیال کریں اور اگر تم نے ایسا کیا تو گویا اس کا اجر حاصل کر لیا اور اگر تم نے صدقہ دیا تو اس طرح دینا کہ دائیں ہاتھ سے دیے ہوئے صدقے کی خبر بائیں ہاتھ کو نہ ہو۔ جو شخص مخفیانہ صدقہ دیتا ہے اس کی جزا علی الاعلان دی جائے گی، اس روز کہ جب لوگوں کو تمہارے صدقے کا علم نہ ہونا تمہارے لیے مضر نہیں ہے۔

اے ابن جندب! تمام تر نیکی اور برائی تمہارے سامنے ہے اور تم خیر و شر کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے مگر آخرت کے بعد، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مکمل نیکی کو جنت میں قرار دیا ہے اور برائی کو جہنم میں۔ یہ دونوں باقی رہنے والے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ایمان کے ذریعے مکرم کیا اور اپنی رشد و ہدایت کا الہام کیا اور عقل جیسی نعمت دی، تا کہ اس کے ذریعے اس کی نعمتوں کی معرفت حاصل کرے، علم و حکمت سے نوازا تا کہ اپنے دین و دنیا کے امور میں تدبیر کرے، اس پر واجب ہے کہ خدا کا شکر ادا کرے ۔اس کی نعمتوں کا انکار نہ کرے۔ اللہ کو یاد کرے اور اسے فراموش نہ کرے۔اللہ کی اطاعت کرے، اس کی معصیت نہ کرے۔

اور جب قیامت برپا ہوگی، الجبار (اللہ) فیصلے کے لیے میزان نصب فرمائے گا اور مخلوق یوم حساب کے لیے میدان میں حاضر ہوگی، اس دن تمہیں یقین ہو جائے گا

کہ رفعت و عزت کس کے لیے اور حسرت و پشیمانی کس کے لیے ہے۔ پس آج کے دن اس دنیا میں ایسا عمل کرو کہ آخرت میں کامیابی کی امید رکھی جا سکے۔

اے ابن جندب! اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: میں نماز ان لوگوں کی قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے آگے متواضع ہوتے، میری خاطر اپنے آپ کو شہوات سے روکتے، دن میری یاد میں گزارتے، میری مخلوق کے ساتھ تکبر نہیں کرتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے، عریاں لوگوں کو لباس پہناتے، مصیبت زدگان پر رحم کرتے اور مسافروں کو پناہ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے نور، نور آفتاب کی طرح روشن ہوتا ہے۔ان کے لیے ظلمت میں نور اور جہالت میں علم پیدا کرتا ہوں۔ اپنی عزت کی قسم! ملائکہ کے ذریعے ان کی حفاظت کروں گا۔ مجھے پکاریں تو میں لبیک کہتا ہوں۔ مجھ سے مانگیں تو عطا کرتا ہوں۔ ایسے بندے جنات الفردوس کی طرح ہیں جن کے ثمرات ہر وقت ملتے رہتے ہیں اور ان کی حالت کبھی نہیں بدلتی....

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تعلیمات

یہ وصیت کس قدر انوکھی اور اپنی مثال آپ ہے جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے جلیل القدر شاگرد ہشام بن حکم بغدادی کے لیے فرمائی۔ یہ معرفت کے قیمتی موتیوں پر مشتمل ہے اور انسان کے لیے بہترین بصیرت و راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ پس ہم اس عظیم وصیت کے بعض حصوں کی معرفت حاصل کرتے ہیں:

یا هشام! لكل شیء دليل، و دليل العاقل التفكر۔

یا هشام! لو كان فی يدك جوزة، و قال الناس فی يدك لؤلؤة ما كان ينفعك و أنت تعلم أنها جوزة، و لو كان فی يدك لؤلؤة و قال الناس إنها حوزة ما ضرك و أنت تعلم أنها لؤلؤة ۔

یا هشام! إن للّٰه على الناس حجتين: حجة ظاهرة و حجة باطنة، فأمه الظاهرة فالرسل و الانبياء و الأئمة، و أما الباطنة فالعقول۔

یا هشام! قليل العمل من العاقل مقبول

مـضــاعف، و كثيـر الـعـمل من أهل الهوى و الجهل مردود۔

يـا هشام! إن العاقل رضى بالدون من الدنيا مع الـحـكـمة، و لـم يرض بالدون من الحكمة مع الدنيا، فلذلك ربحت تجارتهم۔

يـا هشـام! إن كـان يغنيك ما يكفيك فأدنى ما فـى الـدنيــا يـكـفيك، و إن كـان لا يغنيك مـا يكفيك فليس شىء من الدنيا يغنيك۔

يا هشام! إن العقلاء تركوا فضول الدنيا فكيف الـذنـوب، و تــرك الـدنيــا مـن الفضل و تـرك الذنوب من الفرض۔

يـا هشـام! إن الـعقلاء زهدوا فى الدنيا و رغبوا فـى الآخـرـة، لأنهـم عـلـمـوا إن الدنيا طالبة و مـطـلـوبة اولآخـرة طالبة و مطلوبة، فمن طلب الآخرة طلبت الدنيا حتى يستوفى منها رزقه، و مـن طـلـب الـدنيـا طـلبته الآخرة فيأتيه الموت فيفسد عليه دنياه و آخرته۔

إن الـلّـه جلّ و عزّ حكى عن قوم صالحين أنهم قـالـوا: " رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَـا مِـنْ لَـدُنْكَ رَحْـمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ "۔(۱) حيـن عـلموا القلوب تزيغ و تعود إلى عماها و

----

(۱) ۳ آل عمران : ۸

رداها۔

یا هشام! لا دین لمن لا مروءة له، و لا مروءة لمن لا عقل له، و إن أعظم الناس قدراً الذی لا یری الدنیا لنفسه خطراً، أما إن أبدانکم لیس لها ممن إلا الجنة فلا تبیعوها بغیرها۔

یا هشام! إن العاقل لا یحدّث من یخاف تکذیبه، و لا یسأل من یخاف منعه، و لا یعد ما لا یقدر علیه، و لا یرجو ما یعنف برجائه و لا یتقدم علی ما یخاف العجز عنه۔

یا هشام! رحم اللّٰه من استحیا من اللّٰه حق الحیاء، فحفظالرأس و ما حوی، و البطن و ما وعی، و ذکر الموت و البلی، و علم أن الجنة محفوفة بالمکاره، و النار محفوفة بالشهوات۔

یا هشام! من کفَّ نفسه عن أعراض الناس أقاله اللّٰه عنه غضبه یوم القیامة۔

یا هشام! إن العاقل لا یکذب و إن کان فی هواه۔

یا هشام! أصلّحُ أیامِك الذی هو أمامك، فانظر أی یوم هو وأعد له الجواب، فإنك موقوف و مسؤول، و خذ موعظتك من الدهر و أهله، فإن الدهر طویله قصیره، فاعمل کأنك تری ثواب عملك لتکون أطمع فی ذلك، و اعقل

عـن الـلّـه، و انـظر فی تصرف الدهر و أحواله، فـإن مـا هو آتٍ من الدنیا کما ولّی منها فاعتبر بها۔

قال علی بن الحسین (علیه السلام): إن جمیع مـا طـلـعت علیه الشمس فی مشارق الأرض و مـغـاربهـا بحرها و برها و سهلها و جبلها عند ولـی مـن أولیـاء الـلّـه و أهـل المعرفة بحق اللّٰه کـفـیء الظلال۔ ثم قال (علیه السلام): ألا حُرٌّ یـدع هذه اللماظة لأهلها فلیس لأنفسکم ثمن إلا الـجـنة فلا بیعوها بغیرها، فإنه من رضی من اللّٰه بالدنیا فقد رضی بالخسیس۔

یا هشام: إن کل الناس یبصر النجوم، و لکن لا یهتـدی بها إلا من عرف مجاریها و منازلها۔ و کـذلك أنتـم تـدرسـو ن الـحـکـمة ، و لکن لا یهتدی بها منکم إلا من عمل بها۔

یـا هشـام! إن کـل نـعـمة عـجزت عن شکرها بمنزلة سیئة تؤاخد بها۔

یـا هشام! بئس العبد عبد یکون ذا وجهین و ذا لسـانیـن، یـطـری أخـاه إذا شاهده، و یأکله إذا غاب عنه، إن أعطی جسده و إن ابتلی خذله۔

یـا هشـام! لا یـکـون الرجل مؤمناً حتی یکون خـائـفـاً راجیـاً، و لا یـکـون خائفاً راجیاً حتی

يكون عاملاً لما يخاف و يرجو۔
يـا هشـام! إن مثل الدنيا مثل الحية مسّها لين و فـی جـوفهـا السـم الـقـاتـل، يـحذرها الرجال ذو العقول و يهوی إليها الصبيان بأيديهم۔
يـا هشـام! اصبـر عـلـی طـاعة اللّٰه، و اصبر عن مـعـاصـی اللّٰه فإنما الدنيا ساعة فما مضی منها فـلـيـس تـجد له سروراً و لا حزناً، و ما لـم يأتِ مـنها فليس تعرفه، فاصبر علی تلك الساعة التی أنت فيها فكأنك قد اغتبطت۔
يـا هشام! مثل الدنيا مثل ماء البحر كلما شرب منه العطشان اذدادعطشا حتی يقتله۔
يـا هشام! إياك و الكبر، فإنه لا يدخل الجنة من كـان فـی قـلبـه مثقال حبة من كبر۔ الكبر رداء الـلّٰـه فـمـن نـازعه رداء ه اكبه اللّٰه فی النار علی وجهه ۔
يـا هشـام! قـال رسـول الـلّٰـه (صلی اللّٰه عليه و آلـه): إذا رأيتـم الـمؤمن صموتاً فادنوا منه، فإنه يـلـقّـی الـحـكـمة، و المؤمن قليل الكلام كثير العمل، و المنافق كثير الكلام قليل العمل۔
يـا هشـام! أوحـی الـلّٰـه تـعالیٰ إلی داود (عليه السـلام) قُـل لـعبـادی: لا يجعلوا بينی و بينهم عـالمـاً مفتوناً بالدنيا فيصدهم عن ذكری و عن

طـريق محبتی و مناجاتی، اولئك قطا ع الطريق مـن عبـادی، إن أدنـی ما أنا صانع بهـم أن أنزع حلاوة محبتی و مناجاتی من قلوبهـم۔

يـا هشـام! أوحـی الـلّـه تـعـالی إلی داود (عليه السلام) يا داود حذِّر فانذر أصحابك عن حب الشهـوات، فإن المعلقة قلوبهـم بشهوات الدنيا قلوبهم محجوبة عنی۔

يـا هشـام! إيـاك و الـكبـر و الاسـتـطالة بعلمك فيـمـقتك الـلّه، فلا تنفعك بعد مقته دنياك و لا آخـرتك ، و كـن فـی الدنيـا كسـا كن دار و ليست له، إنما ينتظر الرحيل۔

يـا هشـام! مـجـالسة أهل الدين شرف الدنيا و الآخـرة۔ و مشاورة العاقل الناصح يمن و بركة و رشد و توفيق من اللّٰه۔ فإذا أشار عليك العاقل الناصح فإياك و الخلاف فإن فی ذلك العطب۔ و إذا مـرّ بك أمـران لا تـدری أيهـمـا خيـر و أصـوب، فانظر أيهما أقرب إلی هواك فخالفه، فإن كثير الصواب فی مخالفة هواك۔

يـا هشام! من أحب الدنيا ذهب خوف الآخرة مـن قلبه، و ما أوتی عبدٌ علماً فازداد للدنيا حباً إلا ازداد من اللّٰه بعداً و ازداد عليه غضباً ..۔(۱)

---

(۱) حوالہ سابق ص۳۸۳ تا ۳۹۹۔ وصيت (ع) لهشام و صفته للعقل۔

اے ہشام! ہر شے کی دلیل ہوتی ہے، عاقل کی دلیل فکر ہے۔

اے ہشام! اگر تمہارے ہاتھ میں اخروٹ ہے اور لوگ کہیں کہ تمہارے ہاتھ میں موتی ہے تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا جبکہ تمہیں علم ہے کہ وہ اخروٹ ہے اور اگر تمہارے ہاتھ میں موتی ہے اور لوگ کہیں کہ وہ اخروٹ ہے تو تمہارے لیے کوئی نقصان نہیں، حالانکہ تمہیں علم ہے کہ وہ موتی ہے۔

اے ہشام! لوگوں پر اللہ کی طرف سے دو حجتیں ہیں۔ ایک حجت ظاہری، دوسری حجت باطنی۔ حجت ظاہری سے مراد رسل، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام ہیں اور حجت باطنی سے مراد عقل ہے۔

اے ہشام! عاقل سے قلیل عمل بھی مقبول ہے اور وہ دوگنا ہوتا ہے اور خواہش پرستوں اور جاہلوں کا کثیر عمل بھی مقبول نہیں ہے۔

اے ہشام! بے شک عاقل حکمت کے ساتھ دنیا کی پستی پر راضی ہوجاتا ہے لیکن دنیا کے ساتھ حکمت کی پستی پر راضی نہیں ہوتا۔ اسی لیے اس کی تجارت سودمند ہوتی ہے۔

اے ہشام! اگر تجھے وہ چیز بے نیاز کرتی ہے جو تجھے کفایت کرتی ہو تو (سمجھ لے کہ) دنیا کی کمترین چیز تیرے لیے کافی ہے۔

اے ہشام ! عقلاء نے دنیا کے مال و دولت کو ترک کر دیا تو وہ گناہوں کو کیسے ترک نہیں کریں گے جبکہ ترک دنیا فضل میں سے ہے اور ترک معصیت فرض ہے۔

اے ہشام! عقلاء نے دنیا میں زہد اختیار کیا اور آخرت کی طرف راغب ہوئے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ دنیا طالب و مطلوب ہے اور آخرت بھی طالب و مطلوب ہے۔ پس جس نے آخرت طلب کی تو دنیا نے اسے طلب کیا، یہاں تک کہ وہ اس سے اپنا مقررہ رزق حاصل کر لیتا ہے اور جس نے دنیا طلب کی تو آخرت نے اسے طلب کیا اور موت اس کی طرف آئی اور یوں اس کی دنیا اور آخرت دونوں خراب ہو گئے ۔

اے ہشام! اللہ جل شانہ نے ایک صالح قوم سے یہ حکایت فرمائی ہے: جب ان کو معلوم ہوا کہ دل میں لغزشیں پیدا ہوتی ہیں اور انسان اندھے پن اور پستی کی طرف پلٹ جاتا ہے۔وہ کہتی تھی:

اے ہمارے پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عنایت فرما، یقیناً تو بڑا عطا فرمانے والا ہے ۔

اے ہشام! جس میں مروت نہیں اس کا کوئی دین نہیں اور جس کی کوئی عقل نہیں اس میں کوئی مروت نہیں ۔ سب سے عظیم انسان وہ ہے جو دنیا کو اپنے لیے خطرہ

سمجھے۔ تیرے جسم کی قیمت جنت کے سوا کچھ نہیں۔ پس اسے جنت کے سوا کس چیز کے بدلے فروخت نہ کر۔

اے ہشام! عاقل انسان اس کے ساتھ گفتگو نہیں کرتا جس سے جھٹلائے جانے کا خوف ہو اور نہ ہی اس شخص سے مانگتا ہے جس کی طرف سے نہ دینے کا خوف ہو۔ جس پر قدرت نہیں رکھتا اسے شمار ہی نہیں کرتا اور جس کی امید رکھنے میں سختی ہو اس کی امید نہیں رکھتا اور جس میں آخرکار عجز و ناکامی ہونے کا خوف ہو، اس کا اقدام ہی نہیں کرتا۔

اے ہشام! خدا رحمت کرے اس شخص پر جس نے خدا سے حیا کرنے کا حق ادا کیا۔ پس اس نے سر اور اس کے اعضاء، شکم اور اس کی چیزوں کی حفاظت کی۔ موت اور آزمائش کو یاد رکھا اور یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ جنت مشکلات اور جہنم شہوات میں گھری ہوئی ہے۔

اے ہشام! جو شخص لوگوں کی عزت و آبرو کے ساتھ نہیں کھیلتا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی لغزشوں سے درگزر فرمائے گا اور جو شخص لوگوں پر اپنے غصے کا اظہار نہیں کرتا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اس پر غضب نہیں فرمائے گا۔

اے ہشام! عاقل جھوٹ نہیں بولتا اگرچہ اس کی خواہش ہو۔

اے ہشام! بہترین دن (قیامت) وہی ہے جو تمہارے

سامنے ہے۔ دیکھو کہ وہ کون سا دن ہے۔ اس کے لیے جواب تیار کرلو۔

(قیامت کے دن) تجھے روک لیا جائے گا اور پوچھا جائے گا۔ تم زمانہ اور اہل زمانہ سے عبرت حاصل کرو۔ طویل زمانہ بھی تھوڑا ہے۔

پس اس طرح عمل کروگویا کہ تم اپنے اعمال کا ثواب دیکھ رہے ہو، تا کہ تمھیں اس کی زیادہ خواہش ہو۔ اللہ کا حق ادا کرو، گردش زمانہ کے حالات اور واقعات کو بغور دیکھو۔ ان میں کچھ گزر گئے اور کچھ آنے والے ہیں۔ پس ان سے عبرت حاصل کرو۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے : سب اشیاء جن پر سورج کی شعاعوں نے احاطہ کیا، خواہ کرہ ارض کے مشارق و مغارب، خشکی ، سمندر، میدان اور پہاڑ، اللہ کے اولیاء اور حقوق اللہ کی معرفت رکھنے والوں کے نزدیک پلٹ جانے والے سائے کی طرح ہیں۔

اس کے بعد فرمایا:

آگاہ رہو! آزاد لوگ ان حقیر چیزوں کو اہل دنیا کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ تمہارے نفس کی قیمت جنت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسے جنت کے علاوہ فروخت نہ کرو۔ جو شخص اللہ کی نعمتوں میں سے صرف دنیا پر راضی ہوگیا وہ ایک حقیر اور پست شے پر راضی ہوا۔

اے ہشام! ہر انسان ستاروں کا مشاہدہ کرتا ہے لیکن ان

ستاروں سے صرف وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو ان ستاروں کے گزرنے اور ٹھہرنے کی جگہوں سے آگاہ ہیں اور ان سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح تم لوگ بھی حکمت کی تعلیم حاصل کرتے ہو لیکن اس سے ہدایت حاصل نہیں کرتے، مگر وہ لوگ جو صاحب عمل ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

اے ہشام! بے شک ہر نعمت جس کا شکر ادا نہ کیا جائے ایک برائی کی مانند ہے کہ جس کا مؤاخذہ ہوگا۔

اے ہشام! بدترین بندہ وہ ہے جس کے دو چہرے اور دو زبانیں ہوں۔ جب اپنے بھائی سے ملے تو بہت تعریفیں کرے اور پیٹھ پیچھے غیبت کے ذریعے اس کا گوشت کھائے۔ جب خدا اسے اپنی نعمت سے نوازے تو حسد کرے اور جب وہ امتحان اور آزمائش میں مبتلا ہو جائے تو تذلیل و ملامت کرے۔

اے ہشام! انسان مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ خوف و رجا کے درمیان زندگی نہ گزارے اور وہ خوف و رجا کے درمیان نہیں ہوسکتا جب تک وہ اس چیز کا عامل نہ ہو جس کا وہ خوف کھاتا یا امید رکھتا ہے۔

اے ہشام! دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے میں نرم و ملائم لیکن اس کے اندر زہر ہلاہل ہے۔ عقلاء اس سے بچتے رہتے اور نادان بچے اسے چھونے کی کوشش کرتے ہیں۔

اے ہشام! اللہ کی اطاعت اور ترک معصیت کی مشکلات پر صبر کرو۔ دنیا تو صرف ایک لمحہ ہے۔ جو کچھ گزر گیا اس کی خوشیاں اور سختیاں تمہیں یاد نہیں اور جو کچھ ابھی آیا نہیں ہے اس کے بارے میں تجھے علم ہی نہیں ہے۔ پس جس لمحے میں تم ہو اس پر صبر کرو کہ گویا تم خوشحال ہو۔

اے ہشام! یہ دنیا سمندر کے پانی کی طرح ہے۔ پیاسا اس سے جتنا پانی پیئے گا، پیاس میں اتنا اضافہ ہو گا، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اے ہشام! تکبر سے بچتے رہو کیونکہ جس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر بھی خود پسندی ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ تکبر تو اللہ کی چادر ہے، پس جو اس کی چادر چھینے گا اسے منہ کے بل جہنم میں گرا دیا جائے گا۔

اے ہشام! رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کو خاموش دیکھو تو اس کے نزدیک جاؤ۔ وہ تمہیں حکمت کی باتیں بتائے گا۔ مومن قلیل الکلام، کثیر العمل ہوتا ہے اور منافق کثیر الکلام اور قلیل العمل۔

اے ہشام ! اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں سے کہہ دیجیے: میرے اور اپنے درمیان کسی دنیا پرست عالم کو قرار مت دینا، کیونکہ وہ میری یاد سے روکے گا۔ وہ میری محبت کے راستے کا پتھر بنے گا۔ مجھ سے مناجات کی راہ میں رکاوٹ بنے گا۔

ایسے ہی لوگ میرے بندوں کے راستوں کے راہزن ہیں اور ان کے لیے میری طرف سے کم ترین سزا یہ ہے کہ میں ان کے دل سے اپنے لیے محبت اور مناجات کی حلاوت چھین لیتا ہوں۔

اے ہشام! اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی: اے داؤد! اپنے اصحاب کو حب شہوات سے خبردار کرو، کیونکہ شہوات دنیا کے خواہشمند دلوں اور میرے درمیان پردہ ہے۔

اے ہشام! تکبر سے دور رہو۔ اپنے علم کے ذریعے ظلم نہ کرو اور نفرت خداوندی کا سبب نہ بنو۔ اللہ کی بارگاہ سے دھتکارے جانے کے بعد دنیا تیرے لیے مفید ہو سکتی ہے اور نہ ہی آخرت۔ دنیا تو مسافر کی سرائے ہے۔ یہ گھر اس کا اپنا نہیں ہے، بلکہ وہ اگلے سفر کا منتظر ہے۔

اے ہشام! اہل دین کے ساتھ مل بیٹھنا دنیا و آخرت کی بزرگی ہے۔ عاقل ناصح سے مشورہ کرنا باعث برکت و ہدایت ہے اور یہ اللہ کی توفیق کی بدولت ہے۔ جب عاقل تمہیں مشورہ دے تو اس کی مخالفت نہ کرو، کیونکہ اس مخالفت میں تیری ہلاکت ہے۔ جب تمہارے سامنے دو امر ہوں اور معلوم نہ ہو کہ ان میں سے کون سا زیادہ بہتر ہے تو دیکھو کہ ان میں سے کون سا امر تمہاری خواہشات کے نزدیک اور موافق تر ہے تو اس کی مخالفت کرو۔ زیادہ بہتری اپنی خواہشات نفسانی کی مخالفت میں ہے۔

اے ہشام! جس نے دنیا سے محبت کی اس کے دل سے خوف آخرت نکل گیا۔ بندے کو کوئی علم نہیں دیا گیا جس سے حب دنیا میں اضافہ ہوتا ہو مگر اتنی ہی اللہ سے دوری اور غضب الٰہی میں اضافہ ہو گا۔

تعارف مؤلف

آپ کا اسم گرامی الشیخ علامة حسن بن موسیٰ بن الشیخ الصفار ہے۔آپ کا تعلق ایک علمی و دینی گھرانے سے ہے۔آپ ۱۳۷۷ھ کو قطیف میں پیدا ہوائے۔قطیف مملکت عربیہ سعودیہ کے اہم شہروں میں سے ایک ہے۔آپ کے والد کا نام الحاج موسیٰ بن شیخ رضی الصفار ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر ہی میں حاصل کی۔ ۱۳۹۱ھ میں آپ مزید تعلیم کے حصول کے لیے نجف اشرف، عراق تشریف لے گئے۔ ۱۳۹۳ ھ میں آپ قم المقدس گئے اور ۱۳۹۴ھ میں کویت کے مدرسہ رسول اعظم (ص) میں تحصیل علم کے لیے داخل ہوئے۔

۱۳۹۷ھ میں آپ اپنے وطن واپس آ گئے اور تا حال اپنے وطن میں ہی مقیم ہیں۔

وطن واپس آ کر علمی، تبلیغی، سماجی اور فلاحی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔آپ کی تالیفات کی تعداد ساٹھ ہے، جن میں سے چند کا فارسی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

آپ نے مسقط میں ناداروں اور دینی امور کے لیے ایک مستقل خیراتی فنڈ قائم کیا ہے۔اس کے علاوہ عمومی استفادے کے لیے ایک لائبریری کا قیام عمل میں لائے اور ایک دینی ثقافتی رسالے کا اجرا کیا جس کے دس شمارے شائع ہو چکے ہیں۔

فہرست

مقدمہ ------------------------ ۳

باب اول۔ خطرے کے اہم موارد ------------ ۷

۲۔روح ------------------------ ۱۰

۳۔عقل ------------------------ ۱۰

۴۔نفس ------------------------ ۱۰

۵۔عقل اورنفس میں فرق ------------ ۱۲

۶۔عقل کا کردار -------------------- ۱۳

۷۔عقل پا بہ زنجیر ------------------ ۱۴

۸۔یونانی منطق کے نقائص ------------ ۱۸

۹۔نفس کی اہمیت ------------------ ۲۱

۱۰۔نفس کی بارے میں ہماری ذمہ داری -------- ۲۳

۱۱۔ایک غلط تصور ------------------ ۲۴

باب دوم ۔ اسلامی منطق اورنفس ------------ ۲۷

۱۔نفس امارہ ---------------------- ۲۹

۲۔ جہاد اکبر... جہاد بالنفس ------------ ۳۷

۳۔انسان پرنفس کے حتمی اثرات ------------ ۴۷

۴۔نفس کے امراض ---------------- ۴۹

۵۔پہلا قدم ۔ اصلاح نفس -------------- ۵۴

۶۔نفس ۔خطرناک ترین دشمن ------------- ۶۰

۷۔محاسبہ نفس اورنگرانی --------------- ۶۲

۸۔نفسانی انحراف کے نتائج --------------- ۶۸

باب سوم ۔سقوط کا خطرہ --------------- ۷۳

خطرہ کس سے؟--------------------- ۷۹

اول ۔ ماحول وتربیت کے اثرات ----------- ۷۹

دوم ۔ راہ تدین کی مشکلات ------------- ۸۰

سوم ۔خراب ماحول کی اثرات ------------ ۸۱

چہارم ۔ شیطان کا کردار--------------- ۸۱

شیطانی سازشوں سے ہوشیار------------- ۸۳

ثابت قدمی کی ضمانتیں --------------- ۸۷

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات --------- ۸۹

امیر المومنین علیہ السلام کی تعلیمات ------------ ۹۳

امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ----------- ۹۶

امام محمد الباقر علیہ السلام کی تعلیمات ----------- ۹۸

امام جعفر الصادق علیہ السلام کی تعلیمات ---------- ۱۰۲

امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام کی تعلیمات ----------- ۱۱۲

تعارف مؤلف --------------------- ۱۲۶